قبر

اللہ
دیکھنے والا

روح
ہانکنے والا

نفس
بھاگنے والا

اللہ تک پہنچنے کا راہِ علم

تورات، انجیل، قرآن

"اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھ کر
ہر ایک کام کو لکھنے والے دو نگہبان ہیں" (سورۂ ق 17:)

ترجمہ شیخ ریحانا

www.khudaislamicspiritualsociety.org

قبر

(Regd.No.459/2011)

سمادھی (مول گرنتھ تلگو زبان میں)

یوگیشور

ترجمہ

شیخ ریحانا بنت امیر اعلی

(خدا اسلامک سپر چیول سوسائٹی میمبر)

نلگونڈا ضلع

Published By

خدا اسلامِک سپر چیول سوسائٹی

انمتپر ضلع

ترائیت شک-۳۷ اوّل پرنٹ:۲۰۱٦

تعداد:1000 قیمت:60

خدا اسلامک سپرچیول سوسائیٹی روحانی کتابیں

۱) آخری اللہ کی گرنتھ میں علمی آیات	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۲) قرآن میں چھوپے ہوئے موتیاں	(مصنف شیخ ریحانا)
۳) آخری اللہ کی گرنتھ میں علمی جواہرات	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۴) آخری اللہ کی گرنتھ میں ارتھ اور اپارتھ	(مصنف شمیرا)
۵) زکاۃ	(مصنف نظمہ)
۶) جہالت میں دہشت گردی کے بیج	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۷) پنر جنم کا راز	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۸) موت کا راز	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۹) نبیاں کون ہے؟	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۱۰) اعمال نامہ	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۱۱) قبر	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۱۲) جنت اور دوزخ	(ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۳) اللہ کا علم قبضہ ہوا (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۴) تین کتب دو مرشد ایک استاد (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۵) کیا جہاد کا مطلب جنگ ہے؟ (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۶) الٰہی کتاب میں سچ و باطل فرق کرنے کی علم (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۷) بھاوم اور بھاشا (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۸) پرتما اور وگرح (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۹) تین الٰہی کتابیں اور تین اول جملے (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۰) موت کے بعد زندگی (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۱) اللہ کا نشان (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۲) فرقان (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۳) آخری اللہ کی گرنتھ میں علمی ہیرے (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۴) ماں-باپ (ترجمہ شیخ ریحانا)

خدا اسلامک سپر چیول سوسائیٹی

(Regd.No.459/2011)

خاص مقاصد

۱) قرآن پاک کی دین (دھرموں) کی حفاضت کرنا اور تبلیغ کرنا

۲) قرآن پاک کی علم الہی کو شکست نہ ہوتے ہوئے ہندو اور عیسائیت سے سمنوے کرنا

۳) قرآن پاک کے حضرت محمدؐ کے عذت میں کمی نہ ہوتے ہوئے دیکھنا

۴) قرآن پاک کی آیتوں کی معنی یا مفہوم کو اللہ کے طریعے میں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا

۵) قرآن پاک کی مقدص پن کو اسلام میں کوئی اور کتابوں کے برابر موازنہ کئے بغیر دیکھنا۔

۶) قرآن پاک میں نبی کو ہو یا اللہ کو ہو روک تھام کرنے والے اور سمجھ میں نہ آنے والے آیات کا اس طرح جواب دینا کہ کوئی بھی اس کا سامنا نہ کر سکے۔

۷) قرآن پاک کی الہی آیتوں کے بعد ہی حدیثوں کی جملوں کی اہمیت ہے کہہ کر مسلمانوں کو بتانا

۸) قرآن پاک کی دین اللہ کا ہے اور علم نبی کا ہے اور عمل انسانوں کا ہے۔ لہذا، یہ بتانا کہ اسلام تمام انسانوں کے لئے قابل عمل ہے۔

۹) قرآن پاک کی دین ہر ایک انسان کے لئے ہے اور حدیث کے جملے صرف مسلمانوں کے لئے ہی ہے کہہ کر بتانا

۱۰) مسلمان پہلے قرآن پاک میں اللہ کے دین یا دھرموں کو جاننا چاہئے، بعد میں حدیث کے روایتوں کو جاننا چاہئے کہہ کر بتانا۔

۱۱) قرآن پاک میں اللہ کے فرشتہ کی کلام کو حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے، اور نبی کے وفات کے بعد ۱۲۱، ۱۴۵، ۱۴۹، ۱۶۸ سالوں کے بعد آئے ہوئے حدیثاں مسلم علماؤں نے فرمایا، اس لئے اسلام میں پہلا مقام قرآن پاک کا ہے کہہ کر بتانا۔

۱۲) قرآن پاک میں اللہ کی دین کو یا اللہ کے دھرموں کو جاننے سے آخرت پائیں گے جو دائمی ہے اور حدیثوں کی روایتوں کو جاننے سے جنت پائیں گے کہہ کر بتانا۔

﴿ نوٹ ﴾

یہ کتاب میں قرآن کے آیتوں کا اور الفاظوں کا اصلی معنی اللہ کے طریقے میں یعنی جس ارادے (مقصد) سے اللہ نے فرمایا وہ ارادیں بیان کئے گئے۔ مسلم معاشرے میں ہم ہمیشہ یہ باتیں سنتے رہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہمیں قبر سے اٹھایا جائے گا، بے شک قیامت برپا ہوگی اور شیطان سے بچے رہو اس طرح سب کہتے رہتے ہیں مگر ان کے بارے میں قرآن میں اللہ کیا کہہ رہا ہے؟ ،وہ (اللہ کے) باتیں بہت سے لوگوں کو نہیں معلوم۔ جو لوگ اللہ کے راہ میں علم جاننے کی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ کے قریب ہونے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو ضرور یہ سوالات اپنے دل میں پیدا ہوئے ہونگے کہ کیا ہم موت کے بعد قبر سے سچ میں اٹھائے جائیں گے؟ وہ منظر کیسا رہے گا؟ اصل ،قبر کا مطلب کیا ہے؟ کیا قیامت سچ میں آئے گی؟ اصل میں قیامت کا کیا مطلب ہے؟ ہمارے بڑے لوگ، عالم سب لوگ کہتے رہتے ہیں کہ شیطان سے بچو، شیطان سے بچو اصل میں وہ شیطان کیا چیز ہے؟ وہ کیسا ہے؟ اور کہاں ہے؟ کیا وہ دکھتا ہے؟ اور اس سے بچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ ایسے سوال پیدا ہوئے ہونگے۔ لیکن جواب نہیں ملا ہوگا، پوچھے تو بھی کس سے پوچھے؟ کیوں کہ یہ سارے روحانی رازیں ہیں جن کے چابیاں صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ نے انسان کو ایسی علم عطا کیا کہ ہر سوال کا جواب روشن دلیل کے ساتھ ہے لیکن انسان اسے صحیح سے سمجھ نہیں پائے اس لئے ہی لوگوں میں اتنے اختلافات ہے۔ بہرحال، اللہ کے علم میں ہر سوال کا جواب ضرور ہے، اگر سوال بچ گیا مطلب وہ اللہ کا علم نہیں ہے کیوں کہ اللہ خود علم کا بھانڑا گا رہے۔ اس لئے یہ سارے باتوں کو جان کر (راہِ اللہ میں) اللہ کے علم میں آگے بڑھنے والے علم و عرفان کے

دلچسپ لوگوں کو اِن سوالوں کے جوابات مکمل طور پر یہ کتاب سے حاصل ہونگے۔کتاب پڑھنے والے ہرایک اللہ کے بندہ سے گذارش ہے کہ جب آپ یہ کتاب پڑھ رہے ہیں تو اپنے جسم کے اندر یہ بات ضرور غور کیجئے گا کہ اس کتاب میں کہی گئی ہر ایک بات کیا ہمارے جسموں کے اندر نہیں ہو رہا ہے؟ وہ جسم جس کے ساتھ آپ ہر پل اپنی پوری زندگی گزار رہے ہیں، ہمارے بیوی، بچے، شوہر، پیسا یہ سب اِس زندگی میں آنے کے بعد ہم لوگوں کو ملے ہیں مگر یہ جسم اور جسم میں ہونے والے تکلیف، خوشیاں ہم لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑ رہے ہیں اس لئے ان تکلیف اور خوشیوں سے پرے اللہ کی قربت (نجات) حاصل کرنے کی علم اس کتاب سے آپ کو حاصل ہوگی۔اللہ ہم سب کو ہدایت عطا کریں۔

فہرستِ الفاظ

نوٹ: پانی کو انگلیش زبان میں واٹر(water)، تلگو زبان میں نیرو(neeru)، تمل زبان میں تنّی (tanni) کہتے ہیں، اس طرح کتنے بھی مختلف زبانوں میں کہیں لفظ بدل رہے ہیں مگر پانی کے دھرم یعنی پانی کے صفات یا خاصیت نہیں بدل رہا ہے۔یعنی اس پانی کو ایک ہندو سے مسلمان لیکر پیئے یا ایک مسلمان سے ہندو لیکر پیئے یا ایک عیسائی سے ہندو لیکر پیئے پانی یکساں ہوتا ہے مگر ایک ہی قسم کا پانی کسی کو میٹھا یا کسی کو کڑوا نہیں رہتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ (ہندو یا عسائی) پانی کو نیرو یا واٹر کہہ رہا ہے تو میں اس سے وہ پانی نہیں لوں گا، اس طرح پیش آنے سے خود کا ہی نقصان ہوگا نا! اور نقصان ہونے والا کام انسان کبھی بھی نہیں کرنا چاہیئے۔اسی طرح اللہ نے بھی اپنی دین کو سمجھانے کے لئے الگ الگ زبانوں میں بعض الفاظ استمال کیا (جیسے قرآن میں فرمایا کہ میں ہر نبی کو اپنے زبان میں بولنے والے کر کے بھیجا

تا کہ لوگوں کو دین اچھے طریقے سے سمجھ میں آئے)۔زبان الگ ہونے پر بھی (اس الفاظ کے پیچھے اللہ کا) کہنے کا مقصد ایک ہی ہے۔مثلاً **جنت ودوزخ** کو ہندو **سورگ ونرک** کہتے ہیں تو عیسائی heaven and hell کہتے ہیں۔اسی طرح **قبر** کو ہندو **سمادھی** کہتے ہیں تو عیسائی grave کہتے ہیں۔کتنے بھی زبانوں میں کہیں قبر ہو یا سمادھی ہو یاgrave کا کام ایک ہی ہے وہ ہے ڈھانکنا یعنی (لاش کو) ڈھانکنے کی ایک جگہ کو پکڑ کر تینوں تین قسم سے کہہ رہے ہیں۔اس لئے اس کتاب میں زبان کو دیکھے بغیر اور کونسے زبان میں الفاظ استمال کئے گئے دیکھے بغیر،الفاظوں میں چھپی ہوئی راز کو،اور وہ الفظ کہنے کے پیچھے اللہ کا مقصد کیا ہے تفصیل کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

Glossary

اللہ	پرماتما
شیطان	مایا
علمِ الٰہی یا اللہ کا علم	برحم ودیا شاستر
قبر	سمادی
علمی طریقے سے	شاستر بدھ
دوبارہ پیدائش	پنر جنم

نفس	جیواتما
جسم	شریرم
قیامت	پرلے
جنت	سورگ
قدرت	پرکرتی (prakruti)
جاندار قدرت	چر پرکرتی (chara prakruti)
بے جان قدرت	اچر پرکرتی (achara prakruti)
پانچ اناصر	پنچ بھوت (panch bhoot)
آخرت، نجات	موکش (moksh)
قبر یا سمادی	ابتدا سے سب پر یکساں لاگو ہونے والی۔اسی کو اردو زبان میں قبر کہتے ہیں۔
پرلے	جو پیدا ہوا وہ یقیناً ناش ہوگا، پرلے کو اردو زبان میں قیامت کہتے ہیں۔
پیدائش	جنم

کتب ملنے کے پتے

شیخ شفیع

چنئے، تمل ناڈو(Cell:09445554354)

شیخ ابراہیم

کرنول ٹون، آندھرا پرادیش(Cell : 7095008369)

یم علّی پیر

مڑک شرا، انمتپر ضلع(Cell : 8978058081)

سید شالم باشا (طارا)

پکمم، چتور ضلع(Cell : 8978058081)

شیخ امیر علی

نلگونڑا ضلع، تیلانگانا(Cell : 8187051078)

قبر

قبر کوتلگوزبان میں سمادھی کہتے ہیں۔سمادھی یا قبر کا لفظ بہت پہلے سے ہی چرچے میں رہنے پر بھی، یہ معلوم ہو رہا ہے کہ گزرتے ہوئے زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ لفظ تبدیلی پائی۔آج **سمادھی** کہلانیوالی یہ لفظ شروع میں **سمادی** تھی۔ پہلے والی لفظِ **سمادی** گزرتے ہوئے زمانہ کے ساتھ آخر میں **سمادھی** جیسا تبدیل ہونے پر بھی،سمادی کی معنی اور سمادھی کی معنی، دونوں لفظوں کے مختلف معانی (Meanings)ہونے پر بھی ،ایک معنی ایسا ہے جوسب لوگ جانتے ہے۔وہ یہ ہے کہ! انسان مرجانے کے بعد مردہ جسم کوزمین میں دفنانے کوسمادھی کہہ رہے ہیں۔یہی مطلب کے مطابق بعض مذاہبوں میں اس طرح کہا جاتا ہیں کہ مرے ہوے انسانوں کو قیامت میں اللہ پھر سے سمادھیوں (یعنی قبروں) سے اٹھا ئے گا، پھراس وقت انہوں نے جوثواب وگناہ کیا اسکا حساب لیا جائے گا، پھران کے گناہوں کے برابرانکو دوزخ اورانکے ثواب کے برابر جنت کو بھیجا جائے گا۔ ہندو مذہب میں بھی کہتے ہیں کہ جنت اوردوزخ موجود ہیں لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان مرتے ہی (فوراً) جنت ودوزخ کو چلا جائے گا، پھر جب وہ ختم ہوجاتے ہیں یعنی جنت ودوزخ کو پانا ختم ہوتے ہی فوراً دوبارہ پیدا ہوگا۔ بہرحال،تمام مذاہبوں کے لوگ اِس پر یقین رکھتے ہیں کہ جنت اوردوزخ کہلانے والی ایک جگہ(دنیا یا جہاں)موجود ہیں۔مرے ہوئے جسم کو قبر (سمادھی) میں دفنانا یا ڈھانکنا تو سب مذاہبوں میں بھی ہے۔جنت اوردوزخ تو صرف انسان کا ایک یقین ہی ہے مگر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے دیکھ کر،واپس آکران کے بارے میں بولا ہو۔لیکن سب یہ بات صاف صاف جانتے ہیں کہ مرے ہوئے انسان کودفنانے کی جگہ ہی سمادھی (قبر) ہے۔جنت اوردوزخ صرف ایک یقین ہےتو سمادھی (یعنی قبر)ایک حقیقت (سچ) ہے۔

لوگوں کے من میں قبر (سمادھی) کولیکر ایک نیک ارادہ ہی ہے۔ایک عظیم شخص کی مردہ جسم کو جلانے کے بعد،اور وہ راکھ (خاک) کوسمندر میں ملانے کے بعد بھی جہاں پر جلایا تھا اس جگہ پر وہ شخص کی یاد میں ایک قبر (سمادھی) کو بنا کر، یہ فلاں شخص کی قبر ہے کہا جا رہے ہیں۔اسلام مذہب میں ایک فرقہ کے لوگ، اللہ کے راہ میں زندگی وقف کئے ہوئے عظیم شخصوں کی قبروں کو (سمادھیوں کو) درگاؤں کے نام رکھ کے، ان کی عذت کرتے ہیں۔ایسا ہی ہندو مذہب میں بھی بعض سمادھیوں کو عظیم مان کر ان کی پوجا کر رہے ہیں۔بعض تو اپنے خاندان کے شخصوں کی قبروں کو سال میں ایک دفعہ پوجا کرتے ہیں۔اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کی نظروں میں سمادھی (قبر) کولیکر ایک نیک خیال ہے۔بعض جگہ تو قبریں (سمادھیا) انسانوں کے حساب میں مذار یعنی عبادت گاہ جیسے بدل گئے۔ قبروں کولیکر انسانوں کی دل میں بلند خیال ہے سمجھ کر، اسی نیت سے بعض بادشاہوں نے مرنے سے پہلے ہی اپنے مردہ جسموں کو قبریں باندھنے کی انتظامات کر کے، قبر بنوائے پھر بھی وہ قبریں مشہور ہوئے بغیر باقی رہ گئے، ایسے کئی قبریں ہیں۔بعض قبریں ایسے بھی ہیں جو بڑے مشہور ہو کر، باقی ہیں۔یہ بات تو سب جانتے ہی ہیں کہ تاج محل ایک بہت ہی مشہور قبر ہے جو اب تک باقی ہے۔اس طرح لوگوں کے دلوں میں مضبوط جگہ بنائی ہوئی قبر (سمادھی) کی معلومات کو مکمل کھول کر دیکھیں تو ایسا ہے۔

سمادھی (قبر) کا معنی **سب پر یکساں لاگو ہونے والی** یا سب پر برابر لاگو (Applicable) ہونے والی۔یہ معنی بہت ہی نیا لگنے پر بھی، یہی اسکی اصلی معنی ہے۔بعض سمادھی کی معنی اس طرح بتائے تھے کہ **دھی** مطلب بدھی (عقل) ہے اور **سما+دھی=سمادھی**، اس میں سما یعنی یکساں، دھی یعنی عقل اور اس کا پورا مطلب ہے کہ وہ چیز جو عقل سے یکساں ہے۔کہنے کے لئے تو یہ اچھا دکھ رہا ہے مگر وہ معنی کونسی چیز پر لاگو ہوتی ہے اور وہ کونسی چیز ہے جو عقل سے یکساں ہے؟ اور وہ کس حال میں جب زندہ تھے تب یا مر جانے کے بعد؟۔ایسے کئی سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ویسے تو جو مر گیا اس کو تو عقل ہی

نہیں رہتی۔ اور جو زندہ ہے اسے سمادھی (قبر) سے کچھ کام نہیں ہے تو اس کو (قبر کو) وہ نہیں پائے گا۔ اگر سمادھی مرا ہوا شخص کے لئے ہی ضرورت ہے تو، اس کی عقل کے بارے میں بولنے کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ جو مر گیا اس کو عقل نہیں رہتی ہے۔ اس طرح سوچیں تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ **یکساں عقل یا ایک جیسی عقل** کا معنی غلت ہے۔ چاہے کوئی بھی کچھ بھی معنی کریں وہ روحانی علم سے مناسب نہیں رہتا۔ اس لئے سب پر یکساں عمل ہونے والی یا سب پر برابر لاگو ہونے والی، یہ معنی ہی روحانیت سے اور عملی طور پر مناسب ہے۔ آج سمادھی کہلانے والی یہ لفظ قدیم میں **سما+ آدی= سمادی** اس طرح تھی۔ **دھی** میں جو 'ھ' کا جھٹکا ہے وہ شروع میں نہیں رہتا تھا۔ **آدی** سے مراد ابتدا میں یا ابتداء کائنات میں کے ہے۔ سما کا مطلب تو سب جانتے ہی ہے۔ سمادی کا مطلب کائنات کے شروع سے سب کو یکساں ہے یا کائنات کے شروع سے سب پر یکساں لاگو ہو رہی ہے۔ یہاں پر کائنات کے شروع سے کہنے میں خاص یہ ہے کہ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کائنات شروع ہونے کے بعد پہلے سے ہی سب کو سمادی (قبر) ہے۔ ابتدا سے ہی یکساں ہے ہونے سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قبر (سمادی) پہلے سے ہی شروع ہوئی ہے۔ نفس کی پہلی پنر جنم (دوبارہ پیدائش) میں ہی سمادی (قبر) ہے۔ انسان مرجانے کے بعد جو ہوتا ہے وہ سمادی نہیں ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو سمادی (قبر) سب پر یکساں لاگو نہیں ہوتی ہے۔ سننے والے آپ کو یہ سب کچھ یعنی اب تک جو کہا گیا وہ بہت ہی نیا دکھ رہا ہوگا۔ بعض تو ہمارے باتوں پر بلکل یقین نہیں کریں گے۔ بعض لوگ جو علم میں تحقیق (Research) کرتے ہیں وہ تحقیقی عقل کے ساتھ یعنی سچ معلوم کرنے کی ارادے سے سوچتے ہیں۔ ایسے سوچنے والوں کو ضرور سچ معلوم ہو جائے گا۔ ایک انسان مرجانے کے بعد اس کے جسم کو زمین میں دفنانے کے باوجود، معنی کے مطابق اس کو سمادھی (قبر) ہو یا سمادی ہو نہیں کہنا چاہئے۔ اور یہ معانی دفنائے ہوئے گڑھوں پر یا باندھے ہوئے گوریوں پر ہو لاگو نہیں ہوتے۔

تمام مذاہبوں میں سمادی کا لفظ موجود ہونے کے باوجود، اور تمام نبیاں بڑی بلند مطلب سے اس کے بارے میں بتانے کے باوجود، ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ قبر کے بارے میں کوئی بھی مذاہب والے صحیح سے نہیں سمجھ پائے ہیں۔اب کوئی بھی مجھ سے اس طرح سوال کر سکتے ہیں کہ! کیا؟ وہ بات جو ہم سب کو سمجھ میں نہیں آیا اور ہم سے بھی بہت بڑے عالموں کو تک سمجھ میں نہیں آیا صرف ایک تجھے ہی سمجھ میں آیا کیا؟۔اس سوال پر ہمارا جواب یہ ہے کہ! کونسا صحیح علم ہے؟ اور کس کا صحیح علم ہے؟ اس سوال کے جواب میں، وہ علم اصلی علم نہیں ہے جہاں پر جواب نہ رہتے ہوئے سوال باقی رہ جاتا ہے۔اور وہ علم اصلی اللہ کا علم ہوتا ہے جہاں پر سوال باقی نہ رہتے ہوئے، مکمل جواب ہوتا ہے اور جہاں پر وہ علم ہو جس کے آگے کوئی بھی سوال نہ کر سکے، وہی صحیح اللہ کا علم ہے کہہ سکتے ہیں۔میں نے جو سمادی کے بارے میں کہا اس میں ہو یا نبیوں نے سمادی کے بارے میں جو تفصیل کی اس میں ہو کہیں پر بھی سوالات باقی نہیں رہیں گے۔اس لئے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہاں پر ہم جو علم کہہ رہے ہیں وہی صحیح اللہ کا علم ہے اور وہی صحیح دین ہے۔قبر کے معاملہ میں دوسرے لوگ جو کہہ رہے ہیں، اس میں آخر میں سوالات بچ کر ،ان کے پاس جواب نہیں رہ رہا ہیں۔اس لئے قائدہ (formula) کے مطابق یہ کہہ سکتے ہے کہ وہ اصلی اللہ کا علم نہیں ہے۔تمام مذاہب کے کتابوں میں بھی ہم نے جو بات بتائی ہے وہی سو کے سو فیصد تمام پیغمبروں نے کہا تھا۔

تو صرف ایک ہی ایک بھول یا غلطی ہوئی ہے، انسان شیطان کے قابو میں آ کر، اللہ نے جو کہا اسے غلت سمجھ لیا تھا۔یہی ایک بڑی غلتی ہے جو انسان کر بیٹھا۔وہ بھول کے وجہ سے ہی اللہ کا دین انسانوں کے درمیان بے دین جیسا بدل کر پھیل گیا۔جیسے ایک کہاوت کہتے ہیں نا کہ! پورا گاؤ شمال کہا تو صرف ایک شخص نے جنوب کہا، ویسا ہی تمام انسان کہہ رہے ہیں کہ جب موت ہوتا ہے تو وہی **قبر (سمادھی)** ہیں لیکن صرف ایک ہم ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ سچ ہی نہیں ہے اور انسان جب پیدا ہوتا

ہے اسی کو قبر (سمادی) کہتے ہیں یا وہی قبر ہے۔ اب مجھ سے کوئی بھی ہو یہ سوال کر سکتا ہے کہ جو کسی نے بھی نہیں کہا اسے پکڑ کر، یہ اللہ نے کہا اور نبیوں نے کہا کہتے ہوئے، صرف ایک تم ہی کیوں اس طرح خلاف بات کر رہے ہو؟۔ ہمت کے ساتھ اس کا ایک ہی جواب دے رہے ہیں۔ جو سچ سچ ہے وہی ہم کہہ رہے ہیں۔ جھوٹ کو چاہے دنیا کے تمام لوگ سچ کہنے پر بھی، وہ سچ نہیں ہوتا ہے۔ اس کو میں قبول نہیں کروں گا۔ یہی نہیں بلکہ ہم بھی یہ سوال کر رہے ہیں کہ اللہ نے حق کو صاف صاف بیان کرنے کے باوجود، اس حق کو نہ سمجھ پا کر، جھوٹی بات کو آپ کیسے سپورٹ (support) رہے ہو؟۔ لیکن بہت سے لوگوں کو ہماری بات ضدی بحث لگ رہی ہوگی۔ مگر خوب غور کرنے والے بعض لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہماری بات ہی سچ ہے۔ اب تک سب کو سمادھی کا لفظ عام طور پر دکھنے کے باوجود، اب اس کی اصلی معنی کے ساتھ ہم جو کہنے جا رہے ہیں اس سے سب کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ سمادی (قبر) آواز معمولی نہیں ہے بلکہ وہ عظیم معنی رکھتی ہے اور وہ دینی اور بے دینی (دھرم ادھرم) معاملوں سے جوڑی ہوئی ہے۔ آخر وہ قبر (سمادی) کیا ہے جس کے بارے میں تمام انسان غلت فہمی میں ہیں؟ اور کیسے وہ سچ ہے تفصیل کے ساتھ دیکھیں گے۔

گر بھ (Garbh) یہ بات تو سب سنے ہوں گے۔ اور ماں کا گر بھ (یعنی ماں کا پیٹ یا ماں کا کوک)، بھوگر بھ (زمین کے اندر یا Bhugarbh) یہ باتوں کو بھی سنے ہوں گے۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ گر بھ لفظ کا معنی نظر آئے بغیر ڈھانک کے رکھنے والی کے ہے یا نظر نہ آتے ہوئے چھپا کر رکھنے والی کے ہے۔ ماں کا گر بھ بچے کے جسم کو ڈھانک کے رکھی ہے۔ ایسا ہی بھوگر بھ مردہ جسم کو نظر نہ آتے ہوئے ڈھانک کر رکھی ہے۔ اس کے مطابق یہ معلوم ہو رہا ہے کہ گر بھ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہے جو پیدا ہونے والی نئی جسم کو چھپا کے رکھتی ہے۔ دوسرا، مرے ہوئے پرانی جسم کو چھپا کر رکھتی ہے۔ تو سب لوگ بھوگر بھ کو سمادھی (یعنی قبر) کہہ رہے ہیں۔ بھوگر بھ کو قبر یا سمادھی کہنا بہت بڑی غلتی ہے کیوں کہ

بھوگر بھ کے اندر جو جسم ہے وہ مر چکا ہے۔ وہ جسم کے اندر نہ نفس ہے اور نہ روح۔ نفس پر یکساں لاگو ہونے والی یہ بات تب ہی کہہ سکتے ہے جب نفس اور روح موجود ہو۔ جب اس میں نفس ہی موجود نہیں ہے تو یہ کہنے کا موقع ہی نہیں ہے کہ اس مردہ جسم پر یکساں لاگو ہونے والی ۔ بلانفس والی جسم کی کوئی پہچان نہیں رہتی ہے۔ اس لئے مردہ جسم پر سمادھی (سمادی) کا لفظ لاگو نہیں ہوتا۔ ایسا ہی ماں کے گر بھ کے اندر (ماں کے پیٹ میں) جو بچہ ہے، اس بچہ کی جسم میں بھی نفس نہیں ہے اور روح بھی نہیں ہے۔ اس لئے ماں کے گر بھ کو بھی سمادی نہیں کہہ سکتے ہے۔ ماں کا گر بھ ہو یا بھوگر بھ ہو، ان دونوں میں ایک پیدا ہونے والے بچہ کے جسم کو، اور دوسرا، مرے ہوئے مردہ جسم کو چھپا کر یا ڑھانک کر رکھنے والے ہی ہے مگر وہ سمادیاں (قبریں) نہیں ہے۔ **گر بھ یعنی راز سے رکھنے والی یا راز سے چھپائی گئی کا معنی ہوتا ہے۔**

جب بھوگر بھ کو ہو یا ماں کے گر بھ کو ہو سمادھی (سمادی) نام لاگو نہیں ہوتا ہے یعنی وہ دونوں کو سمادی نہیں کہنا چاہئے۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تو پھر اعلیٰ علم (یعنی اللہ کا علم یا برحم ودیا شاستر) کے مطابق سمادی کہاں ہے؟ اور کسے سمادی کہہ سکتے ہے؟۔ اس سوال پر ہمارا جواب یہ ہے کہ! ایک انسان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھ سکتے ہے، ان میں سے ایک **قدرت** کا حصہ، دوسرا، روح کا حصہ۔ **تمام جسم** قدرت کا حصہ ہے۔ نفس (جیواتما) اور روح (آتما)، یہ دو روح کے حصے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس میں (روح کے حصوں میں) اللہ بھی شامل ہے مگر اللہ یعنی پر ماتما جسم کے باہر اور جسم کے اندر بھی موجود رہنے سے روح کے حصوں میں صرف نفس اور روح کو ہی حساب میں لیا ہے۔ اگر بلانفس، بلا روح کے ۲۴ حصے والی جسم کو ایک حصہ کی طرح اور صرف نفس اور روح کو ایک حصہ کی طرح لیا تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جسم جو قدرت کا حصہ ہے اس کو قبر (سمادی) نہیں ہے۔ جگت میں جب دھرم (دین) کم زور ہو کر، ادھرم (بے دینی) پھیل جاتے ہیں تب قبر (سمادی) کہلانے والی ایک دھرم ادھرم جیسا بدل

کر، حقیقی قبر پوشیدہ ہو کر (یعنی نہ دکھتے ہوئے)، جھوٹی والی قبر دکھ رہی ہے۔اسی لئے آج لوگ بھو گربھ (زمین کے اندر یعنی جس میں لاش کو دفنایا جاتا ہے اسی) کو قبر سمجھ رہے ہیں۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ اس طرح بھوگربھ کو قبر سمجھنا ادھرم (بے دینی) ہے۔

یہ بات **معلوم** ہونا ضروری ہے کہ سمادی (قبر) صرف وہ نفس اور روح کو ہی ہے جو روح کے حصے ہیں مگر قدرتی حصہ یعنی جسم کو سمادی نہیں ہے۔ وہ نفس اور روح جو روح کے حصے ہیں، ان کی سمادی (قبر) ہی اصلی قبر ہے۔اور یہی اللہ کا دھرم یا اللہ کا دین ہے۔ سمادی میں (سما(same) + آدی(from the beginning)) ''آدی'' یعنی شروع سے، نفس کو جنم (Punarjanam) شروع سے موجود ہونے سے یہاں پر **آدی** کہا گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھے ساتھ ''**سما**'' بھی کہا گیا کیوں کہ وہ تمام نفسوں پر ایک ہی طریقے سے لاگو ہوتی ہے (یہاں پر غور کریں کہ دنیا میں ہر انسان (نفس) ایک ہی طریقہ سے پیدا ہو رہا ہے، اور اللہ کا طریقہ سب پر یکساں ہوتا ہے)۔اسی کو مکمل طور پر سمادی (قبر) کہا گیا۔ہم جو کہہ رہے ہیں وہ سب کو ایک نئی راہ کی طرح دِکھنے پر بھی، یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ اب تک دبا ہوا (یا کم زور پڑا ہوا) دین (دھرم) ہے۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ تمام نبیوں نے یہی دین کو بتانے کے باوجود بھی لوگ اس کو سمجھ نہیں سکے۔نبیوں نے جس سمادی (قبر) کے بارے میں زکر کیا اگر اس سمادی (قبر) کو تفصیل کے ساتھ جان لئے تو، جب انسان مر جاتا ہے تب جسم میں رہنے والے نفس اور روح جسم کو چھوڑ کر باہر نکل جاتے ہیں۔اِس طرح موت میں جس جسم کو نفس اور روح نے چھوڑا اس جسم کو بھوگربھ میں (یعنی زمین میں) دفنائے تو وہ قبر یعنی سمادی نہیں کہلاتا۔سما**+ آدی= سمادی** (شروع سے سب پر یکسا لاگو ہونے والی) یہ معنی بھوگربھ پر لاگو نہیں ہوتا ہے اور ویسا ہی ماں کے گربھ میں جو بچہ کا جسم ہوتا ہے اس میں بھی نفس اور روح نہیں رہتے ہیں۔اس لئے اس بچہ کے جسم پر بھی سمادی کا لفظ لاگو نہیں ہوتا ہے یعنی اگر جسم میں نفس اور روح نہیں رہتے تو اسے سمادی (قبر) نہیں کہنا چاہئے۔ جہاں

پر نفس اور روح پوشیدہ ہورہے ہیں یا جہاں پر وہ دو چُھپ جارہے ہیں اسی کو قبر سمادھی یا سمادی کہہ سکتے ہے۔اس وقت کو ''آدی'' کہہ سکتے ہیں جس وقت میں نفس پیدا ہورہا ہے۔نفس جب جسم کو پہنتا ہے تو اسے جنم (حیات و پدائش) یا پنر جنم (دوبارہ پیدائش) کہہ رہے ہیں۔اس طرح جسم کو پہننے کی پہلی وقت کو''آدی'' کہنا ہی نہیں بلکہ وہ تمام نفسوں پر یکساں (Equal) لاگو ہوتی ہے یعنی وہ (پیدائش) سب کو ایک ہی طریقے سے ہورہا ہے۔اسی لئے اس کو سمادی یا قبر کہا گیا۔جب ایک نفس جسم میں داخل ہو کر،اُس جسم میں چھپ کر، کسی کو نظر نہ آتے ہوئے رہنے کو ہی درحقیقت قبر کہہ سکتے ہیں۔

روح اور نفس یہ دو جوڑ روحیں ہیں یعنی ایک کو چھوڑ کر دوسرا نہیں رہ سکتا۔جنم لئے بغیر نفس جب نجات پاتا ہے تب ہی روح اور نفس ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔تب تک چاہے کتنے بھی یوگ گزر جائے اور چاہے کتنے بھی کلپ (kalpa یعنی مہا یوگ) ختم ہو جائے نفس اور روح کبھی الگ نہیں ہونگے۔جب جسم مرجاتا ہے تب اس جسم کو چھوڑے ہوئے نفس اور روح عمل (کرم) کے مطابق (پہلے ہی) طے کیا گیا ہوا دوسرے (اور ایک) جسم کو پہنچتے ہیں۔اس طرح دوسرے جسم کو پہنچ نے کو ہی جنم (حیات) یا پنر جنم (دوبارہ پیدائش) کہہ سکتے ہے۔سب کو یہ معلوم ہے کہ جسم چھوڑ کر جانے کو موت کہتے ہیں اور نئے جسم کو پہنچنے کو پیدائش کہتے ہیں مگر دراصل یہ کسی کو نہیں معلوم کہ موت میں (موت کے وقت) کیا ہورہا ہے اور پیدائش میں کیا ہورہا ہے۔پیدائش و موت تو علم الٰہی (اللہ کا علم) یعنی برحم ودیا شاستر کے کلیہ (Theorems) ہی ہے اس کے باوجود وہ کسی کو نہیں معلوم۔لہٰذا، وہ رازیں، راز کی طرح ہی رہ گئے۔ہم نے پچھلے ان کی تفصیل سب کو سمجھ میں آئے جیسا **''جنن مرن سدھانت''، ''موت کا راز''، ''پنر جنم کا راز''** ان کتابوں میں لکھا تھا۔اب سمادی (قبر) کے نام سے یہ چھوٹی سی کتاب لکھنا ہورہا ہیں۔

موت کے وقت نفس جسم کو پورے طریقہ سے چھوڑ کر پنر جنم کو جا رہا ہے۔جس پل وہ پرانے جسم کو چھوڑ رہا ہے اسی پل میں بغیر دیری کے روح کے ساتھ نفس نئے جسم میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ تو سب جانتے ہے کہ پرانا جسم کا مطلب وہ جسم جو موت پایا ہے۔لیکن انسان نئے جسم کے معاملہ میں ہی غلت فہم میں ہے۔سب کو یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ نفس جو بچہ کا جسم پہن رہا ہے وہی نیا جسم ہے، یہ نہیں جان پائے کہ نفس اس جسم کو(بچہ کے جسم کو) کب پہن رہا ہے۔اور جسم کو کونسی حال میں نیا جسم کہنا چاہئے ؟اور نفس اس میں کب داخل ہو رہا ہے؟ اور کیسے داخل ہو رہا ہے؟ یہ تمام چیزیں کسی کو معلوم نہیں ہو پائے۔ چاہے کسی کو معلوم ہو یا معلوم نہ ہوئے تو بھی، نفس داخل ہونے کے لئے صرف وہ جسم ہی لائق (suitable) ہے جو ماں کے پیٹ میں مکمل تیار ہوکر، ڈیلوری(delivery) ہونے کے بعد باہر نکلا ہوا ہو(یعنی وہ بچہ کا جسم جو مکمل تیار ہوکر باہر آچکا ہو، وہی لائق جسم ہے نفس داخل ہونے کے لئے)۔اسی لئے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا بچہ کا جسم نیا جسم ہو رہا ہے۔ڑیلوری ہوکر بغیر جان کے کھالی پڑا ہوا بچہ کے جسم کے اندر نفس اور روح داخل ہو رہے ہیں۔اس طرح نفس بچہ کے جسم میں داخل ہونے کو پنر جنم (دوبارہ پیدائش) کہہ رہے ہیں۔ پنر جنم کی بات ہی انسانوں کو سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ اور یہ بات بھی کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ پنر جنم میں ڈیلور ہوا بچہ کا جسم ہی نیا جسم ہے۔سب لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جو اَدھورا(یعنی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا یا Incomplete) بچہ کے جسم میں ہی نفس داخل ہو رہا ہے۔عام لوگ ہی نہیں بلکہ آخر عقل مند بھی ویسا ہی سمجھ رہے ہیں۔خاص کر یہیں پر سب لوگ غلت سمجھ لئے۔جو لوگ سائنس سائنس کہتے ہیں وہی لوگ سائنس کی حقیقت کو نہ جانتے ہوئے ،سائنس کا نام لیتے ہوئے اندھے یقین میں گر پڑے۔وگیان (سائنس) کے مطابق اب تک کوئی بھی نفس (ماں کے) پیٹ میں بچہ کے اندر داخل نہیں ہوا۔اور یہ کوئی بھی سابت نہیں کرسکتا کہ اس طرح نفس داخل ہوا ہے۔یہ بات سن کر بعض گائنی کولوجسٹ ڈاکٹرز (gynecologists) ہنسنا بھی

ہوا۔ان کا یہ یقین ہے کہ نطفہ (sperm) میں ہی جان موجود ہے۔اسی لئے وہ ویسا ہنسنا ہوا۔مگر وہ یہ بات نہیں جانتے کہ سائنس کے مطابق اور بھی تحقیق ہونا باقی ہے اور اب تک انہیں جو معلوم تھا وہ سچ نہیں ہے۔

اس طرح طبیعات دانوں (Physicist) کو بھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ پنر جنم کے معاملہ میں کب نفس نئے جسم میں داخل ہو رہا ہے اور کونسا نیا جسم ہے یا کس کو نیا جسم کہتے ہیں۔جب پنر جنم کی بات ہی ٹھیک سے معلوم نہیں ہوا تو وہ قبر کے بارے میں بھی کسی کو معلوم نہیں ہوا جو پنر جنم سے متعلق ہے۔جنم کے بعد ہی سمادی (قبر) رہتی ہے۔جنم کے پیچھے ہی سمادی (قبر) رہتی ہے۔لہذا، جب تک جنم کی تفصیل معلوم نہیں ہوگی تب تک قبر (سمادی) کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوسکتا۔جب جنم کی بات ہی زمین پر اب تک راز سے رہ گئی ہے تو اس کے پیچھے ہی رہنے والی سمادی کیسے معلوم ہوگی؟اگر جنم (پنر جنم) کے بارے میں معلوم نہیں ہوا تو قبر کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوگا۔لہذا، زمین پر قبر (سمادی) کی اصلی معنی ہو یا اس کی اصل حقیقت ہو پوشیدہ ہوگیا۔ہم نے ۱۹۸۰ میں ہی ''**جنن مرن سدھانت** janana marana siddhanth'' گرنتھ میں اس طرح لکھا تھا کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کو جان نہیں ہے اور نفس اس میں داخل نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ **اَدھورا جسم** (incomplete body) ہی ہے، مگر مکمل طور پر تیار ہوا **نیا جسم** نہیں ہے۔جنا ہوا جسم کو ہی نیا جسم کہہ سکتے ہے اور اس جنا ہوا جسم کے اندر نفس داخل ہو رہا ہے۔یہ لکھ کر (۳۰) سال ہوئے تو اس سے (۱۰) سال پہلے سے ہی اس کے بارے میں زکر کرنا ہوا۔اب سے ۴۰ سال پہلے ہی ہم یہ کہہ چکے تھے کہ ماں کے پیٹ میں رہنے والے بچہ میں جان نہیں ہے یعنی وہ بچہ بے جان ہے۔ہم یہ بات بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری بات کو کوئی یقین نہیں کرے گا کیوں کہ ان میں اندھاپن اس طرح چھا گیا ہے، یہ بات جانتے ہوئے بھی ہم صرف حق کو کہنے کی اردے سے علمی طریقے سے یعنی روشن دلیلوں کے ساتھ کہنا ہوا۔جنہوں نے

طبیعات دان نام رکھ لیا وہ بھی لاعلمی طریقے سے یہ کہہ رہے ہیں کہ پیٹ میں ہی نفس موجود ہے۔ ہماری بات سابت ہوسکتی ہے مگر گربھ میں ہی جان ہے کہنا یہ بات سابت نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ گربھ میں بچہ گانا سنتا ہے اور گربھ کے اندر کا بچہ باہر کے باتیں سن سکتا ہے، یہ تمام باتیں سراسر (سو کے سو فیصد) جھوٹ ہے۔ ہم سچ جانتے ہے اسی لئے ہمت سے ان کی باتوں کو جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

ہم جو سچ کہہ رہے ہیں وہ ۴۰ سال سے کہتے آ رہے ہیں۔ کتاب کی صورت میں **۳۰** سال پہلے ہی لکھے تھے۔ ہم نے جو کہا اس کے مطابق نفس پنر جنم میں جب جسم پہنتا ہے تب ہی سمادی (قبر) ہو رہا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ! جنے ہوئے نئے جسم میں جب نفس داخل ہوتا ہے تب نفس جسم کے اندر موجود ہے۔ اس طرح پیدائش کے شروعات میں ہی نفس جسم کے اندر چھپ کر (پوشیدہ) رہنے کو سمادی (قبر) کہہ رہے ہیں۔ ویسا قبر (سمادی) میں رہنے والے نفس کو، نفس کے ساتھ رہنے والی روح خود باہر کی دنیا سے تعلق رکھوا رہی ہے۔ اس وقت جسم میں عقل ہو یا من ہو باہر کے چیزوں کو سمجھنے کی حالت میں نہیں رہتے ہیں۔ نفس جسم پہننے کے بعد پہلے من کا کام ہو یا عقل کا کام ہو خود روح ہی کر رہے ہیں۔ باہر کی دنیا سے تعلق کے بغیر **جسم میں دفنایا گیا ہوا نفس کی حالت کو** ہی قبر (سمادی) کہہ سکتے ہے۔ یہ حالت تو بچہ کی طرح پیدا ہونے والے ہر ایک جان دار کو ہے۔ اسی لئے وہ حالت سب پر یکساں ہے (یعنی نفس پیدا ہوتے وقت جسم کے اندر دفنائے ہوئے حالت میں رہنا، یہ حالت دنیا کے تمام جانداروں کو یکساں ہے)۔ لہذا، تمام نبیوں نے اسی (حالت) کو سمادی (قبر) کہے تھے۔ سمادی، یعنی سما (یکساں) + آدی (شروع میں)، سمادی میں وہ شروعاتی وقت جس میں دنیوی چیزیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتے، وہ (آدی) وقت میں روح خود نفس کو سمادی (قبر) سے اٹھا کر، دنیا سے تعلق پیدا کر رہی ہے۔ لہذا، آخری دن یعنی قیامت کے دن قبر (سمادی) سے یہی جسم سے اٹھاؤں گا کہا گیا۔ آخری

وقت یا قیامت کے دن کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ دن ہے جس دن جسم فنا (ناش) ہو کر موت پا تا ہے۔ وہ پل جس میں جسم فنا ہو کر پوری موت پایا ہے اسی پل نئے جسم سے نفس کو باہر کی دنیا میں اٹھایا جا رہا ہے۔اس طرح پنر جنم پایا ہوا دن سب کو(یکساں) ہو رہا ہے۔جس دن اس طرح سب پر یکساں ہوا، جس دن سمادی یا قبر (جسم) سے اٹھایا گیا اس دن کسی کے جسم پے بھی کپڑے نہیں ہے۔ یہ بات بھولنا نہیں چاہئے کہ بغیر کپڑوں کے جسم جنا جا رہے ہے۔اس طرح جس دن اللہ اپنے روح کے ذریعے قبرِ جسم (جسم کی قبر) سے اٹھایا ہے اس دن انسان کو(نفس کو) کچھ بھی صفات نہیں ہے۔ جب کسی بھی طرح کے صفات کام نہیں کر رہے ہیں۔جس دن نفس باہر کی دنیا میں جسم کے ساتھ اٹھایا جا رہا ہے اس دن کوئی صفت نہ ہونے کی وجہ سے، اس طرح شرمانا بھی نہیں رہتا کہ ''ارے میرے جسم پر کپڑے تک نہیں ہے''۔اُس دن حواس خمسہ باطنی (Antah karan) یعنی من ، عقل (بدھی)،فکر (چت) ،انا نیت (اہم) یہ سب کچھ کام نہیں کرتے ہیں۔ایسا ہی صفات بھی کام نہیں کریں گے۔وہ جب کام نہ کر سکنے کی حالت میں ہیں۔ یہ سچ تو سب جانتے ہے اور اپنے آنکھوں سے دیکھ بھی رہے ہیں (کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی کیا حال رہتی ہے)۔تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا بچہ کا جسم ہی قبر (سمادی) ہے اور اسی جسم سے،سب سے پہلے دنیا کی خیال (دھیان) میں آ رہے ہیں اور قیامت کے دن قبر سے ہر ایک کو اٹھاؤں گا اس طرح دوسرے مذاہبوں میں اللہ نے جو کہا وہ بات حق ہے۔ یہ قائم ہے! دِکھتا ہوا سچ ہے! یہی نہیں بلکہ اس سے سب کو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ نبیوں نے کہی ہوئی ہر ایک لفظ پورا ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے پھر بھی وہ لوگ جو سچ کو پہچان نہیں پا رہے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ 'نہیں نہیں ! قیامت ابھی نہیں ہے وہ ایک وقت آئے گا تب ہی قیامت برپا ہوگی' اس طرح کی غلت فہمی میں ہیں۔

پیدائش و موت تو کائنات کے ابتدا سے ہی موجود ہے۔ پھر بھی جب کے زمانہ سے جو ہندو

مذہب ہے اس میں جو بڑے بڑے مہرشی ہو یا آج کے زمانہ کے بڑے سوامیوں کی طرح نام پائے ہوئے لوگ ہو پیدائش (جنم) کوٹھک سے نہ سمجھ پا کراس طرح کہے تھے کہ گربھ (ماں کے پیٹ) میں پانچ مہینہ کے بچہ میں ہی جان ہے اور گربھ میں ہی سارے خیال رہتے ہیں اور باہر کے باتوں کو بھی (بچہ) سن سکتا ہے، نارد جی (narad maharshi) نے جو نارائین منتر کہا وہ منتر کو پرحلاد (prahlaad) سن پایا۔ایسا ہی جب ارجن (arjun) اپنی بیوی سوبھدرا (subhadra) سے بات کر رہا تھا تو ابھی منیو (Abhimanyu) جو اس وقت گربھ کے اندر تھا وہ جنگ کے منتروں کو سن پایا، اس طرح مہرشیوں نے کہی ہوئی باتیں سب جانتے ہیں۔اس طرح پہلے سے ہی لوگوں میں موت و پیدائشوں کا دھرم (یا دین) ادھرم (بے دین) کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ادھرم جیسا بدل گیا ہوا دھرم کو واپس دھرم کی طرح تبلیغ کرنا بہت ہی محنت کا کام ہے۔ادھرم انسانوں کو بہت ہی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔اسی کو جب دھرم کی طرح کہنا پڑا تو سننے والے لوگوں کے دل و دماغوں میں شیطان (مایا) بےکار سوالات اور شک وگمان پیدا کرتا ہے۔جو باتیں بتائے جارہے ہیں وہ سچ ہونے کے باوجود بھی شیطان اس طرح دماغ میں خیال لاتی ہے کہ جو بھی کہا جارہا ہے یہ سب جھوٹ ہیں۔ پیدائش کے معاملہ میں جنا ہوا بچہ کے جسم کے اندر نفس داخل ہوتا ہے کہنا سچ ہے، دھرم ہے، اور آنکھوں کے سامنے دکھتا ہوا سبوت ہے، یہ بات پورے علمی طریقے سے رہنے کے باوجود بھی انسان اپنے دل میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ بات یقین کے لائق نہیں ہے۔اس کے بارے میں جاننے کے لئے اپنی عقل (سچ اور جھوٹ کو فرق کرنے والی عقل) کو ذرا بھی استمال نہیں کرتا۔اگر وہی بات کو ادھرم کی طرح بتائے تو، اوپر سے وہ بات بلکل بھی سچ نہ ہونے پر بھی، اور اس کا کوئی سبوت نہ رہنے پر بھی انسان اس بات پر آسانی سے یقین کر لیتا ہے۔ جیسا کہ اگر کرن (karna) کان میں پیدا ہوا اور درون (dronacharya) ہنڈی میں پیدا ہوا کہیں تو یہ باتیں آسانی سے یقین کریں گے۔کوئی بھی یہ نہیں سوچنے لگے کہ وہ باتیں دین کے خلاف یا دھرم کے

خلاف ہیں۔وہ باتوں پرتو بلا شک وشبہ کے یقین کر لیتے ہیں۔اگر وہی پیدائش کی بات دین کے مطابق بچہ ماں کے گربھ سے باہرآنے کے بعد ہی نفس کی پیدائش (جنم) ہورہی ہے کہاتواوروہ سو کے سوفیصد سچ ہونے پربھی عقل مند ہوکربھی انسان یقین نہیں کر پا رہا ہے۔بے کار کے گمان کرتے ہوئے سچ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔حق اور باطل کوفرق کرنے والی نظر سے دیکھے بغیر ہی ایک فیصلہ پرآ کر، سچ کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں۔یہ ہندو مذہب کی ادھرم ہےتو ،مایایا شیطان نے دوسرے مذاہبوں میں بھی لوگوں کے ساتھ ایسا کیا کہ نبیوں نے کہی ہوئی اللہ کے دھرم ادھرموں کی طرح لوگوں کوسمجھ میں آئے ۔مایا نے ایسا کیا کہ لوگوں کو اللہ کی علم پورے طریقے سے سمجھ میں نہ آئے اور وہ نادانوں کی طرح رہ جائے۔

صرف ایک ہندو مذہب میں ہی نہیں بلکہ دوسرے مذاہبوں کے انسانوں کوبھی اللہ کے طرف جانے سے روکتے ہوئے ،اللہ کی علم سمجھ میں آئے بغیر کرنے میں رات دن شیطان کام کر رہی رہی ہے کہنے کے لئے کئی دلائل بھی ہیں۔قرآن پاک میں سورۃ **''عبس''** جومکہ میں نازل ہوا ،وہ سورح کی ۳۷ آیت (verse) میں ایسا فرمایا گیا۔''جب وہ دن قریب آئے گا تب ہرشخص کواپنی فکر کے سواکسی اور پرفکر(خیال)نہیں رہتا''۔اس بات کولیکر حدیثوں میں مختلف سیریزوں (series) کےذریعے اورمعیاروں کے ذریعے ملی ہوئی ایک روایت نظرآتی ہے۔اس میں حضرت نبی محمدؐ فرماتے ہیں کہ'' قیامت کے دن سب کپڑوں کے بغیر ننگے اٹھائے جائینگے''۔جب انہوں نے اس طرح فرمایا تھاتب ان کے بیویوں میں سے ایک شاید چوتھی بیوی عائشہ پریشان ہوکراس طرح سوال کئے کہ'' **یا رسول اللہ! اس دن کیا ہمارے چھُپے ہوئے اعضاء سب کے سامنے باہر پڑینگے؟''**۔جب اللہ کے نبیؐ نے سورح عبس کی ۳۷ آیت پڑھ کرفرمایا کہ''**اس دن کسی کودوسرے طرف دیکھنے کی فکر(خیال) تک نہیں رہتا ہے''**۔اللہ کے نبی محمدؐ جنہوں نے اللہ کا پیغام سنایا،انہوں نے کہی ہوئی اوپر کے جملہ کوالگ

(seperate) کر کے دیکھیں تو اس کا معنی اس طرح ہے۔ **قیامت کو پرالیا** (pralaya or pralay) بھی کہتے ہیں۔ پرالیا میں ''پرا (pra)'' لفظ کا معنی **'جو پیدا ہوا'** کے ہے۔ایسا ہی ''لیا (laya)'' کا معنی' **ناش یا فنا'** کے ہے۔ بہر حال قیامت یعنی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ **جو پیدا ہوا وہ ناش ہونا**۔ جب یہ معلوم ہوا کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ناش ہوتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے **جو پیدا ہوا** ہے؟

یہ سوال کے دو جوابات ہیں۔ پہلا، کائنات کے ابتدا میں اللہ جو خالق ہے اس نے پانچ اناصر کہلانے والے آسمان، ہوا، آگ، پانی اور زمین یہ پانچ قدرت کے حصوں کو بنایا۔ دوسرا، جان دار جسم کو پہنے ہوئے مخلوقاتوں کو بھی پیدا کیا یعنی تخلیق کیا۔ایک، نہ بدلنے والی قدرت اور دوسری بدل نے والی قدرت کہلا رہی ہے۔ انہی کو **چر پرکرتی** (chara prakruti) **اور اچر پرکرتی** (achara prakruti) بھی کہہ رہے ہیں۔ چر پرکرتی یعنی جان دار قدرت ہے اور اچر پرکرتی یعنی بے جان قدرت ہے۔اور یہ بھی کہنا ہوا کہ یہ پانچ اناصر نہ بدلنے والی قدرت ہے، اور تمام جاندار بدلنے والی قدرت ہے۔اس کے مطابق یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی خلقت دو قسم ہے۔ایک، وہ دنیا ہے جس میں جان دار نہیں ہیں اور دوسرا، جاندار اجسام۔ جاندار قدرت اور بے جان قدرت اس طرح دو قسم کے قدرت پیدا کئے گئے ہیں تو ان کا ناش ہونا یا فنا ہونا (یعنی ان کا قیامت) بھی دو قسم سے ہیں۔ دو قسم کے قیامتوں کے بارے میں معلوم کرنے سے پہلے، دو قسم کے پیدائشوں (پربھوں-prabhav) کے بارے میں تفصیل سے معلوم ہو کر رہنا چاہئے۔

دکھنے والی کائنات عالم کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ وہی جان دار قدرت اور بے جان قدرت کہلا رہے ہیں۔ایک، بے جان قدرت کے حصے آسمان ، ہوا، آگ، پانی اور زمین ہے۔ دوسرا، یہ پانچوں سے بنی ہوئی جاندار اجسام۔ بے جان قدرت اور جاندار قدرت یہ دو بھی ابتدا میں ہی اللہ کے ذریعے تخلیق کئے گئے تھے۔ یہ دونوں کا خالق اللہ ہی ہے۔اس میں بے جان قدرت

ایک دفعہ ہی پیدا کی جا رہی ہے۔ قیامت بھی ایک ہی دفعہ پا رہی ہے۔ دوسری والی جاندار قدرت ترتیب کے ساتھ عمل (کرم) کے مطابق کئی مرتبہ پیدا کئے جا رہی ہے۔ اور کئی مرتبہ قیامت پا رہی ہے۔ جاندار قدرت دکھنے والی دنیا(vishw) میں براہ است کئی مرتبہ فنا (قیامت) ہو رہی ہے۔ ایسا ہی کئی مرتبہ پیدا کی جا رہی ہے۔ بے جان قدرت تو صرف ابتداء کائنات میں ایک بار ہی بنائی جا کر ہذار یوگ کے بعد ایک بار ہی قیامت پا رہی ہے۔ تو جاندار قدرت ہمیشہ پیدا کی جا رہی ہے۔ ہمیشہ فنا (قیامت) بھی پا رہی ہے۔ اس کے مطابق یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کائنات دو قسم ہے اور قیامت بھی دو قسم ہے اور سب کا خالق ایک اللہ ہی ہے۔ اب اصل بات پر آتے ہیں۔ اللہ کے نبی حضرت محمدؐ قرآن کریم میں سورح عبس (۸۰) کی آیت ۳۷ میں کہا کہ **''قیامت کے دن سب''** اس طرح کہنے کی وجہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ وہ آیت یا بات تمام انسانوں کے لئے کہی گئی ہے۔ تمام انسان جاندار قدرت میں کا حصہ ہی ہے اس لئے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جس قیامت کے بارے میں سورح ۳۷ آیت میں کہا گیا وہ قیامت صرف انسانوں سے متعلق کی ہی ہے۔

اگر یہ بات معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کے ذریعے پیدا کی گئی کائنات یا قدرت دو قسم ہیں، تو سب کو صرف وہ ایک ہی بڑی قیامت(vishwa pralay)معلوم ہوگی جو ہزار یوگوں کے بعد ہونے والی ہے۔ مگر وہ قیامت کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا جو انسان کے زندگی کی آخری وقت میں ہو رہی ہے یعنی **موت کہلانے والی قیامت**۔ انسان چند سالوں کو ایک مرتبہ پانے والی جسم کی موت بھی ایک قیامت ہے جو جاندار قدرت (جسموں) پر برپا ہو رہی ہے۔ ایسے قیامتیں انسان اپنے اپنے زندگیوں میں کئی بار پا رہے ہیں۔ انسان جب بھی مر رہا ہے تب وہ قیامت پا رہا ہے، پھر سے قبر (سمادی) سے اٹھایا جا رہا ہے کہہ کر سورۃ ل مکہ ''الانفطار'' (۸۲) کی آیت ۴ میں '' جب قبریں کھول دی جائیں گی'' اس طرح لکھی گئی آیت کی تفصیل، قرآن اوگاہنا کتاب میں ایسا لکھ کر ہے۔ قبریں کُھلنا مطلب انسان

دوبارہ زندہ ہونا۔ اسلام کے علماؤں کے لکھی ہوئی جملوں کے مطابق اور قرآن میں حضرت محمدؐ نے جو کہا اس کے مطابق قیامت یعنی وہ قیامت نہیں ہے جو تمام کائنات پر برپا ہوگی، انسانوں پر برپا ہونے والی موت ہی قیامت ہے جو زندگی کی آخری وقت میں ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کے ذریعے پیدا کی گئی جاندار قدرت اور بے جان قدرت یہ دونوں قدرتوں میں سے صرف جاندار قدرت جو انسانوں سے متعلق ہے وہ قیامت کے بارے میں ہی اللہ نے کہا ہے اور اس طرح انسانوں سے متعلق والی قیامت کو پانے کے بعد ہی انسان قبر (سمادھی) کو پا رہا ہے۔

اگر ہم قیامت کو جاندار قدرت کی قیامت یعنی انسانوں کی موت سمجھے بغیر، کائنات کے خاتمہ میں ہونے والا بے جان قدرت کی قیامت جیسا سمجھیں گے تو، وہ بڑی قیامت کے بعد میں تو نہ قبریں رہیں گے اور نہ ان میں سے اٹھنا رہے گا۔ کیوں کہ! بے جان قدرت پر برپا ہونے والی قیامت بڑی قیامت (vishwa pralay) ہوتی ہے۔ وشو قیامت یا بڑی قیامت کے بعد پوی دنیا ہی نہیں رہے گی یعنی اب جو موجود ہے وہ کچھ بھی نہیں رہے گا۔ جب بے جان قدرت آسمان، ہوا، آگ، پانی، زمین ہی نہیں رہے گی اور جب تمام کائنات ہی ختم ہو جائے گی جب صرف اللہ کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہتا تب مخلوقوں کے وجود ہو یا ان کی قبریں ہو یا پھر سے وہ زندہ ہونا ہو یا جنت ہو یا دوزخ ہو کچھ نہیں رہیں گے۔ اسلئے بنیادی کتاب قرآن میں جو قیامت کہا گیا اسے وہ قیامت سمجھنا چاہیئے جو انسانوں سے متعلق ہے۔ اور وہ قیامت سمجھنا چاہیئے جو انسانوں کی آخری وقت سے متعلق ہے مگر وہ قیامت نہیں سمجھنا چاہیئے جو پانچ اناصروں سے متعلق ہے۔ انسانوں سے متعلق کی قیامت میں نفس بچہ کی جسم کو قبر جیسا پا سکتا ہے۔ اور وہ قبر سے اٹھایا جا سکتا ہے مگر بڑی قیامت میں جب اللہ کے سوا کچھ نہیں بچتا اور نفس کی وجود مٹ کر، اجسام (قبریں) ہو یا نفس ہو جب نہیں رہتے ویسی قیامت کی تو زکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہذا، بڑوں نے جو قیامت کے بارے میں فرمایا تھا اسے ایسا سمجھنا چاہیئے کہ وہ

قیامت انسانوں سے متعلق ہے۔اب جیسے قرآن میں سورح عبس (۸۰) کی آیت (۳۷) میں کہا یعنی جس قیامت کا زکر کیا گیا وہ قیامت اب سب کو سمجھ میں آ گیا ہوگا۔اب آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ سورح الانفطار (82) کی آیت (4) میں ''اور جب قبریں کھول دی جائیں گی''یعنی انسان دوبارہ زندہ ہونا،اس طرح قرآن اوگاہنا کتاب میں کہا گیا۔ہم بھی کہہ رہے ہیں کہ اصل میں جب قبر کھول دی جائیں گی تب ہی انسان دوبارہ زندہ ہورہا ہے یا قبر (جسم) سے جب باہر آرہا ہے تب ہی انسان دوبارہ پیدا ہو پارہا ہے۔

یہاں پر ہمیں جو خوب سمجھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ! یہی سورح کی ۴ نمبر کی آیت کہنے سے پہلے کے تین آیتیں اس طرح ہیں۔ا) جب آسمان پھٹ جائے گا ۔۲)اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔۳)اور سمندر پھاڑ دئے جائیں گے کہہ کر تین آیات ہیں۔یہ تین آیتوں میں قیامت کے بارے میں ہی کہا گیا ہے مگر وہ وہ قیامت نہیں ہے جو پانچ اناصروں سے متعلق ہے۔ان سے (ان آیتوں سے) یہ معلوم ہو جارہا ہے کہ وہ صرف پانچ اناصروں کے ذریعے پیدا ہوئے جانداروں کے جسموں سے تعلق رکھنے والی قیامت ہے۔اگر وہ قیامت پانچ اناصروں سے متعلق کا قیامت ہوتا تو آسمان ہی نہیں رہا ہوتا۔جب آسمان ہی نہیں رہا تو ستاروں کا بکھر جانا بھی نہیں رہتا۔آخری خیامت میں نہ آسمان رہتا اور نہ ستارے رہتے۔اگر پانچ اناصروں کا قیامت ہی ہوتا تو سمندر جو پانچ اناصروں میں ایک اناصر ہے اس کی ہستی ہی نہیں رہتی ہے تو سمندر کا چیرنا یا پھاڑنا کہاں سے ہوگا (جیسے آیت میں کہا گیا)۔سمندر پھٹ گیا یعنی اس کا یہی مطلب ہوا نا کہ سمندر بعض تکڑے کئے گئی ،تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ سمندر موجود ہے۔اسی طرح آسمان بھی پھٹے گا کہا گیا مطلب پورے کا پورا آسمان ختم نہیں ہوا نا! اس کا مطلب آسمان بھی موجود ہے۔اس کے مطابق یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں پر جو قیامت کا زکر کیا گیا کہ وہ پانچ اناصروں والی دنیا کو ہونے والی قیامت نہیں ہے بلکہ وہ پانچ

انا صروں سے پیدا ہوئے اجسام ناش (جسم فنا) ہونے کے لئے وہ قیامت ہورہا ہے۔آگے چل کر علمائے بھی یہی جملوں کی تفصیل کرتے ہوئے **قران اوگاہنا کتاب** میں اس طرح لکھے تھے۔

''سورح اتکّویر(81) کی 6 آیت میں سمندر بھڑکا دئے جائیں گے کہہ کر ہے۔اور یہاں پرتو سمندر پھٹ جائیں گے کہا گیا ہے۔اگر ان دونوں آیتوں کو سمنوی کئے تو،قرآن کے مطابق اگر قیامت کو ہم اس طرح سمجھیں گے کہ قیامت کے دن بہت ہی سخت زلزلہ ہوگا اور وہ صرف ایک علاقہ کے محدود نہیں بلکہ تمام زمین کو حلا کرر کھ دیگی،تو سمند پھٹ کے ان میں آگ کیسے بھڑک اٹھے گا یہ ہمیں سمجھ میں آجائے گا۔وہ بڑے زلزلہ کے وجہ سے سب سے پہلے سمندروں کا بنیاد(نیچے تل) پھٹ کر سمندروں کا پانی اس کے اندرونی حصے میں چلا جائے گا۔اندر بھی بہت ہی گرمی میں لاوا گرم پانی کے جیسا مسلتا رہتا ہے۔وہ لاوے کے قریب پانی پہنچتے ہی اس کے بنیادی elements کی طرح الگ ہو جاتا ہے۔ان میں سے ایک جلانے والا oxygen،اور دوسرا جلنے والا Hydrogen۔بعد میں اس طرح پانی الگ ہونا،جوالائے(آگ) اٹھنا ایسے ہمیشہ ہونے والی action-reaction کی حرکت سے شروع ہوتا ہے۔اس کے نتیجہ میں سب سمندروں میں آگ بھڑک اٹھتے ہیں۔یہ صرف ہمارا تصور ہے۔اصلی علم تو صرف اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم ہے۔یہاں پر صاف صاف یہی قیامت ہے کہیں بغیر یہ تمام چیزیں اللہ جانتا ہے کہنا اچھی بات ہے۔اس بات کے مطابق (علماؤں نے قرآن اوگاہنا کتاب میں جو لکھا) یہ معلوم ہورہا ہے کہ بڑے علم والے بھی قیامت کے بارے میں پکہ بتا نہیں پائے۔در حقیقت خودا نے علمِ الٰہی (برحم ودیا شاستر) میں فرمایا تھا کہ صرف ایک انسانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کو ہذار یوگوں میں قیامت آئے گا پھر ہذار یوگوں کے بعد پھر سے تمام کائنات کو میں بناؤں گا یا تیار کروں گا۔خودا(بھگوان) سے مراد اللہ کا انش ہے یعنی اللہ کا حصہ ہے۔اصل میں ہم نے وہ قیامت کے بارے میں ہی تفسیر کیا ہے جو جاندار جسموں میں ہوتا ہے۔لیکن (ظاہری) دنیا کی قیامت کے

بارے میں اور وہ کیسے رہے گی یہ ہم بھی نہیں بتا رہے ہیں۔آخری یوگ کی قیامت کیسے رہے گی یہ بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔لیکن ہاں! اللہ نے اپنے علم میں یہ ضرور بتایا تھا کہ آخری قیامت میں تو وہ تمام نہیں رہے گا جو پیدا کیا گیا۔

قرآن پاک میں سورح التکویر(۸۱) کی ۷آیت میں کہا گیا کہ ''جب روحیں جسموں کے ساتھ جوڑ دی جائیں گے''۔اس کی تفصیل بھی ایسا لکھا گیا ہے۔''انسان موت سے پہلے دنیا میں جس روح،اجسام کے ساتھ زندہ رہتے تھے،اسی طرح نئے سے زندہ کئے جائیں گے۔''اس آیت میں پنر جنم کی بات صاف طور پر بتانے کے باوجود،اور یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ اللہ انسان کو دوبارہ پیدا کر رہا ہے،وہ پیدائش کونسی ہے؟اور وہ کب ہو رہی ہے؟اور وہ کیسے ہو رہی ہے؟ یہ باتیں انسانوں کو معلوم نہیں ہوئے۔اللہ نے اپنے آیتوں کو صاف صاف بیان کیا،اس کے باوجود انسان کو اللہ کی بات سمجھ میں آئے بغیر،الگ قسم سے سمجھ میں آنے کی وجہ صرف شیطان کا اثر ہی ہے۔شیطان کا خاص کام یہ ہے کہ انسان کو اللہ کے طرف جانے سے روکنا اور اللہ کی علم سمجھ میں آئے بغیر کرنا۔لہذا،شیطان انسان کو اپنے قابو میں رکھ کر،اللہ کی علم معلوم ہوئے بغیر کر رہی ہے۔اس کی ایک کوشش ہی پنر جنم کی بات سمجھ میں آئے بغیر کرنا اس لئے اس کا غلت معنی کر کے رکھ دی۔اب ہم شیطان کی غلت معنی کو چھوڑ کر اللہ کی اصلی معنی کو جاننے کے لئے قرآن پاک میں کہی گئی آیتوں کی علم کو،علمی نظر سے تفصیل کر کے دیکھے لگے۔

اللہ کے فرمان کے مطابق چاہے وہ انسان ہو یا کوئی بھی جاندار ہو پہلے پیدا ہونے کے بعد اس کے زندگی میں بچپن، جوانی،کومار، بڑھاپا گزر جاتے ہیں۔بعد میں وہ نفس موت کے وقت جسم کو چھوڑ رہا ہے۔اور بھی گہرائی سے تفصیل کر کے دیکھیں گے تو ،ایک جاندار انسان کے اندر آسمان،ہوا،آگ، پانی اور زمین یہ پانچ دھاتُ وَں سے جوڑی ہوئی جسم جو قدرت سے تعلق رکھتی

ہے وہ جسم ایک حصہ ہے تو، ایسا ہی نفس، جو روح کے تعلق سے ہے وہ نفس اور ایک حصہ ہے۔ اس طرح جسم پورے دو حصوں میں ہیں۔ یہ دونوں حصوں میں روح سے تعلق رکھنے والی نفس، قدرت سے تعلق رکھنے والی جسم میں چند وقت بسر کر کے، اس جسم میں زندگی گزار کے، آخر میں موت پا رہا ہے۔ موت میں صرف وہ جسم ناش ہو رہا ہے جس میں نفس نے (اپنی زندگی) بسر کی۔ نفس یا جیوا تما موت میں جسم کے ساتھ ناش نہیں ہو رہا ہے۔ معلوم ہو رہا ہے کہ **یہ جو موت ہے** وہ جسم کے اندر کے پانچ اناصروں کو قیامت (فنا یا ناش) پہنچا رہی ہے مگر جسم میں بسر کرنے والے نفس کو قیامت نہیں پہنچا رہی ہے۔ وہ آسمان، ہوا، آگ، پانی اور زمین جو جسم کے شکل وصورت میں موجود ہے جب وہ قیامت (یعنی فنا ہو رہے ہیں یا ناش ہو رہے ہیں) پائیں گے تب اسے موت کہتے ہے۔ **موت صرف وہ قیامت کے بارے میں ہی بتاتی ہے جو جسم کے اندر ہوتا ہے۔** وہ سمندر جو جسم میں موجود ہے، وہ سمندر سمندر کی طرح نہ رہتے ہوئے جب پھٹ جاتا ہے اور جسم میں کی آگ عام طور پر نہ رہتے ہوئے جب وہ سمندر کو بھی جلاتی ہے اور جسم میں کی زمین امن سے نہ رہتے ہوئے جب ہِل جاتی ہے ایسا ہی جسم میں جو آسمان ہے وہ مطمئن نہ رہتے ہوئے جب دو حصے ہو کر پھٹ جاتی ہے اور جسم کے اندر جو ہوا ہے وہ عام طور پر نہ رہتے ہوئے، زور زور سے آواز جب پیدا کرتی ہے اور ستارے ہوا کے ساتھ جب اُڑ جائینگے تب نفس اس طرح قیامت پایا ہوا جسم میں نہ رہتے ہوئے باہر آ جاتا ہے، **وہی موت** ہے۔ ایسی قیامت کو ہی اللہ (پرماتما) نے سورح انفطار (82) کی 1، 2، 3 آیتوں میں اور سورح التکویر (81) کی 1، 2، 3 آیتوں میں بھی اور سورح عبس (80) کی 37 آیت میں بھی حضرت نبی محمدؐ کے ذریعے قرآن پاک میں کہلوایا تھا۔

سورح (80) عبس کی آیت نمبر (21) میں یہ بھی کہا گیا کہ ''بعد میں موت دی پھر قبر میں پہنچایا''۔ ایسے اس لئے کہا کہ یہ بات تو سب جانتے ہے کہ زندگی چند وقت گزرنے کے

بعد جسم فنا ہوکر انسان موت پا رہا ہے یہ حق کوتو سب اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔تو اب موت کے بعد جسم کو چھوڑا ہوا نفس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور وہ کہاں جا رہا ہے؟اس سوال کے جواب میں جس نے موت دی ،وہی قبر (سمادی) میں بھی پہنچا رہا ہے۔اس طرح سب کو کھولے طریقہ سے معلوم ہوئے جیسا اللہ نے سورح عبس کی ۲۱ آیت میں فرمایا ۔اس کا وضاحت اس طرح ہے کہ ایک انسان کی موت سب کو معلوم ہو رہی ہے۔بعد کی بات ہی کسی کو نہیں معلوم۔لیکن ہمیں جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ!انسان مرنے کے بعد مرے ہوئے جسم کے اندر کی نفس فوراً نئے سے تیار ہوکر ماں کے گربھ سے جنا ہوا (باہر آیا ہوا) بچہ کے جسم کے اندر داخل ہو رہا ہے۔ہر قسم سے نفس اندھا(blind) ہے،اس لئے وہ خود اکیلا بچہ کے جسم میں داخل نہیں ہو رہا ہے۔کائنات کے ابتداء سے اپنے ساتھ ہی جسم میں رہنے والے روح کے ساتھ مل کر، جوڑ میں (یعنی دونوں مل کے) جا کر نئے بچہ کے جسم میں پہنچ رہے ہیں۔نفس نئے جسم میں پہنچ نے کے لئے اس کے ساتھ رہنے والی روح ہی اس کو راستہ دکھا رہی ہے۔اس طرح موت کے بعد ایک پل(second) بھی دیری نہ ہوتے ہوئے،نفس نئے جسم میں پہنچنے کو ہی سورح عبس کی آیت ۲۱ میں اس طرح فرمایا کہ''موت دی، پھر قبر میں (جسم میں) پہنچایا''۔یہاں پر کہا گیا کہ نفس روح کے ساتھ نئے بچہ کے جسم میں جب داخل ہوتا ہے تب وہ نفس قبر میں پہنچے جیسا ہوتا ہے۔اس کے مطابق یہ معلوم ہو رہا کہ قبر یعنی!ماں کے گربھ سے پیدا ہوا بچہ کا جسم ہے۔ایک بار مرا ہوا نفس یعنی جسم کو چھوڑا ہوا نفس دوبارہ قبر سے اٹھایا جا رہا ہے۔اب تک یہ معلوم کئے کہ **بچہ کا جسم ہی قبر ہے!**۔ہم نے یہ بیان کر لیا کہ نفس اور نفس کے ساتھ رہنے والا روح یہ دونوں جسم میں پوشیدہ رہنے کو ہی قبر کیا ہوا نفس کہا ہے۔ابتداء کائنات سے مخلوق کے پیدائش کے معاملہ میں سب کو یکسالا گو ہو رہی ہے۔لہذا،اسی کو قبر یا سمادی کہا ہیں۔ایک انسان کی زندگی کے شروعات میں بچہ کی جسم سے یا نئے جسم کہلانے والی قبر سے انسان اٹھایا جا رہا ہے۔

یہاں پر قبر سے اٹھایا جانا مطلب! بچہ کے جسم میں داخل ہوکر پوشیدگی میں رہنے والے کو دوبارہ دنیوی ہوش میں لانا ہی قبر سے اٹھایا جانا ہے۔ ہردن سوئے ہوئے شخص کو ہم لوگ نیند میں سے اٹھارہے ہیں نا!۔ایسا ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے بچہ کے جسم میں سے نفس کو باہر دنیوی خیال میں لانا ہی قبر سے اٹھانا ہے۔ ہردن انسان نیند میں جا کر جسم میں چُھپ جا رہا ہے۔ایسے انسان کو جسم سے دوسرا انسان اٹھا سکتا ہے۔تو یہ یادرکھیں کہ زندگی کے شروعات میں یعنی سب سے پہلے اٹھانے والا اللہ ہی ہے۔ابتدا میں اٹھانے کو ہی قبر کہہ رہے ہیں۔ بعد کی زندگی میں کبھی بھی اٹھیں نیند سے اٹھنا ہی ہورہا ہے۔ نیند بھی سب کو یکساں ہی ہے اور نیند سے اٹھنا بھی سب میں یکساں رہنے پر بھی وہ کام شروع میں نہیں ہورہا ہے۔لہذا، اسے قبر سے اٹھنا نہیں کہہ سکتے۔زندگی میں پہلے اٹھائے جانے کے بعد پھر کبھی بھی اٹھیں اور کوئی بھی اٹھائے جائے تو بھی وہ نیند سے اٹھنا ہوتا ہے مگر قبر سے اٹھے جیسا نہیں ہوگا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کے پہلے حصے میں بچہ کا جسم ہی قبر ہے اور ابتدا میں اٹھایا جانا ہی قبر سے اٹھایا جانا ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ زندگی میں نیند سے کوئی بھی اٹھا سکتا ہے مگر ابتدا میں بچہ کے جسم سے کسی کو، کوئی بھی اٹھا نہیں سکتے ہیں۔ وہ صرف ایک اللہ ہی کو ممکن ہے۔

ایک انسان کو اللہ نے بنایا ، پھر اس کو زندگی دی، پھر موت دی، اس کے بعد قبر میں پہنچایا، پھر قبر سے اُٹھایا۔اس کو کوئی بھی انسان منا نہیں کرسکتا۔اسی کو بھگوت گیتا میں فرمایا کہ جو پیدا ہوا وہ یقیناً مرے گا اور جو مر گیا وہ یقیناً پیدا ہوگا اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انسان کو بچپن، جوانی، کو مار اور بڑھاپا بعد میں موت یہ حالاتوں سے ہرایک کو گزرنا ہی پڑے گا۔یہی بات کو قرآن پاک میں بھی سورح عبس میں ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ آیتوں میں **''اللہ نے اسے پیدا کیا، اس نے اس کی تقدیر (عمل یا کرم) مقرر کی، بعد میں اسکی زندگی کے راستہ کو آسان کیا بعد میں موت دی ، پھر قبر میں پہنچایا۔ پھر وہ (اللہ) انسان کو قبر (سمادی) سے اُٹھا کھڑا کرے گا۔''** یہ بات اللہ نے اتنا صاف صاف بیان کرنے کے

باوجوداورسب کوواضع طور پرآنکھوں کے سامنے دکھنے پربھی شیطان کے اثر کے وجہ سے یہی بات بہت ہی راز میں تبدیلی ہوگئی۔اتنا ہی نہیں بلکہ غلت معنی یا غلت طریقے سے سمجھ میں آیا۔مرے ہوئے انسان کو دفنانے والی یا ڈھانک کے رکھنے والی (گور یا گڑھے کو) قبر سمجھا جا رہا ہے۔جس میں انسان کی لاش کو دفناتے ہیں وہ گوری کہلاتی ہے مگر قبر نہیں کہلاتی۔ **یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جسم کو ڈھانک کر رکھنے والی گوری ہے اور نفس کو ڈھانک کر رکھنے والی قبر (سمادی) ہے۔**

موت دی پھر قبر میں پہنچایا،ان آیتوں کے مطابق یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ انسان مرنے کے بعد نئے بچہ کے جسم میں پہنچایا جائے گا۔اس طرح قبر میں پہنچایا گیا شخص وہ قبرِ جسم (جسم کے قبر) سے اٹھایا جارہا ہے۔اگر خود یہ سوال کرلیں کہ قبر سے کس کو اٹھایا جارہا ہے تو یہ معلوم ہورہا ہے کہ وہ نفس اٹھایا جارہا ہے جو روح سے متعلق ہے۔یہ جان لینا چاہئے کہ بچہ کے جسم کے گہرائیوں میں پہنچا ہوا نفس کو باہر کی خیالوں میں اٹھانا (لانا) ہی نفس کو قبر سے اٹھایا جانا ہے۔یہی نہیں بلکہ اس طرح سے اٹھائی گئی نفس کی جسم ایسا رہتی ہے کہ جیسے سورۃ التکویر (81) آیت (7) میں کہا گیا کہ قیامت کے بعد'' جب روحیں (جسم میں) جوڑ دی جائیں گی''یعنی انسانوں کی موت سے پہلے دنیا میں جو روح جسموں کے ساتھ زندہ رہتی تھی اسی طرح ایک نئے انداز میں وہ زندہ کئے جائینگے۔اس طرح علماء کہتے ہیں۔جیسے علماء کہتے ہیں کہ انسان مر جانے سے پہلے جس قسم کی جسم سے وہ رہتا تھا،اسی قسم کی ہڈیاں،خون،گوشت والی جسم سے ہی اٹھایا جائے گا۔معلوم ہورہا ہے کہ بعض لوگ نئے سے زندہ کئے جانے والی جسم کے بارے میں بھی غلت فہم میں ہے۔ایسے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ انسان مرجانے کے بعد نفس اپنے پُرانا جسم ہی واپس پائے گا۔یہ بڑی غلت فہمی ہے کیوں کہ!انسان مرنے کے بعد لاش کا ہش ہوکر پورا غائب ہوجارہا ہے۔وہ آسمان،ہوا،آگ،پانی اور مٹی ان پانچ اناصروں میں مل جارہا ہے۔پھر سے نفس نئے جسم کو قبر (سمادی) کی صورت میں پائیں تو بھی وہ (جسم بھی) پانچ اناصروں

سے بنا ہوا ہی رہتا ہے۔اور جس طرح پہلی جسم میں خون ہوتا تھا،اسی طرح اس (نئے جسم) میں خون ہوتا ہے۔جیسے پرانی جسم میں ہڈیاں اور گوشت ویسا ہی نئے جسم میں رہتے ہیں مگر وہ نئے سے ہوتے ہیں۔پرانے پورے قیامت میں(یعنی موت میں)ختم ہو کر ،پھر سے نئے والے (خون ،ہڈیاں،گوشت) ، پیدائش (جنم) میں نئے سے بن رہے ہیں۔ نبی نے جب وہی جسم کے ساتھ اٹھائے جائیں گے کہا تھا،تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پرانی جسم کے مانند وہ جسم (یعنی نیا جسم) میں بھی سب کچھ رہتے ہیں۔مگر یہ جان لیں کہ سڑ کر،فنا ہوا پُرانا جسم نہیں ہے۔اللہ چاہے تو کتنے جسموں کو بھی فنا (ناش) کر سکتا ہے۔ایسا ہی چاہے کتنے بھی نئے جسموں کو ہو بنا سکتا ہے۔نئے جسموں کو بنانے کی قابلیت رکھنے والا اللہ،فنا ہوئے جسموں کے پیچھے نہیں پڑیگا۔نئے بنا سکنے والا اللہ پرانے والی کو واپس ٹھیک (Repair) کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے پرانے جسموں کے جیسا رہنے والے نئے جسموں سے واپس انسان کو اٹھا پا رہا ہے۔نیا جسم ہی قبر ہے (سمادی ہے)۔ذندگی میں انسان کی پہلی یاد (خیال) ہی قبر سے اٹھنا ہے۔جگت (دنیا) میں انسان کا جسم فنا ہونا اور مر جانا پھر سے نئے جسم کے ساتھ پیدا ہونا یہ پورا آنکھوں کے سامنے ہو رہا سچ (حق) ہے۔اللہ حق ہے۔اسی لئے اللہ کی بات براہ راست دلیل ہے ۔اسی لئے اللہ نے جو بھی چیزیں فرمایا وہ ہو بہ ہو ہو رہے ہیں۔جو کچھ ہو رہا ہے اگر اسے غور کر کے دیکھے تو اس میں اللہ نے جو سچ کہا تھا وہ معلوم ہو رہا ہے۔زمین پر کئی لوگ پیدا ہو کر اپنے پچھلے جنم کے واقعات کہہ پا رہے ہیں۔اس کے مطابق واضع طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ انسان کو پنر جنم ہیں۔جیسے اللہ نے کہا ویسے پنر جنم میں قبرِ جسم (یعنی جسم کا قبر) سے انسان اٹھنا بھی ہو رہا ہے۔اور سب کو صاف معلوم ہو رہا ہے جب دوبارہ پیدا ہو رہا ہے تب انسان کو نیا جسم بھی آیا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہی ہو رہا ہے اس کے باوجود اللہ نے جو سچ کہا اس کو نہ سمجھ پا کر ایسا سمجھنا غلت بات ہے کہ (قیامت) اب نہیں ہے وہ ایک وقت آئے گا جب ہی (قیامت) برپا ہوگی۔اس

طرح کہنا تو اللہ کی بات کو چھپانا یا گھمانا ہی ہوا۔ایسا گھما پھرا کر کہنے سے اس طرح کا شک وشبہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ بات سچ ہے یا جھوٹ ؟۔ جو سچ آنکھوں کے سامنے ہور ہا ہے اس کو غور نہیں کرنے والا شخص سچ میں آنکھیں رہ کر بھی اندھا ہے، گنان کی آنکھ استمال نہیں کر رہا ہے۔

جو باتیں **نبیوں نے پوتر** (pavitra) **قرآن میں ہو یا بائبل پاک میں ہو یا پرم پوتر پاک بھگوت گتا میں** ہو بتائیں ہیں وہ سب اللہ کے جملے (یعنی آیت یا شلوک یا باتیں) ہی ہیں۔ پھر بھی انسان کو وہ جملے ٹھیک سے سمجھ میں نہیں آئے۔اسی لئے کتابوں میں ایک کہا گیا تو انسان نے جو سمجھا وہ الگ دکھ رہا ہے۔ایسا سمجھنے کی وجہ سے اللہ کا پیغام بنیادی کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہی ہوتے پر بھی، اس کی حقیقت ہم لوگ پوری طرح سے سمجھ نہیں پائے۔اللہ نے کہی ہوئی بعض باتیں ہی انسان کو سمجھ میں آئے ہونگے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ سارے باتیں سمجھ میں نہیں آئے۔ایسا کیوں ہور ہا ہے؟ اللہ کے کہنے کے باوجود بھی وہ باتیں انسان پوری طریقے سے کیوں نہیں سمجھ پا رہا ہے؟ اس بات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہور ہا ہے کہ! اللہ نے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی قدرت کو پیدا کیا تھا۔ پھر بعد میں انسان کو اور مخلوقات کو پیدا کیا۔ اللہ (پر ماتما) سے پیدا ہوئی قدرت پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی۔اُن پانچ حصوں کے ذریعے انسان کا جسم تیار ہوا تھا۔انسان کے جسم میں دو روحیں بسر کر رہے ہیں ان میں سے ایک نفس (جیواتما) ہے تو دوسری روح (آتما) ہے اور یہ دو روحیں اللہ (پر ماتما) سے متعلق ہیں۔اگر اللہ (پر ماتما) سے بھی ملا کر کہیں گے تو انسان کے جسم میں تین روحیں بسر کر رہے ہیں۔اس کے مطابق ایک جاندار انسان کے جسم میں تین روحیں اور پانچ قدرت کے حصے بسر کر رہے ہیں مگر تین روحوں میں سے اللہ کو حساب میں نہ لیتے ہوئے کہنا ہی دھرم ہوگا۔اسی لئے ایک جسم میں نفس اور روحوں کا ہی زکر کیا جا رہا ہے۔جسم میں اور ایک بہت خاص چیز ہے جو قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ وہی شیطان (مایا) یا ساطان کہلا رہی ہے۔موت میں جسم ناش ہونے پر بھی، جس طرح نفس اور

روح فنا ہوئے بغیر پھر سے پیدا ہو رہے ہیں اسی طرح شیطان بھی قیامتِ جسم (یعنی جسم کے قیامت) میں فنا ہوئے بغیر، نفس کے ساتھ سفر کر کے نئے جسم میں پہنچ رہی ہیں۔

یہاں پر غور کرنے والی اہم بات یہ ہے کہ! جب اللہ نے اپنی خلقت کو وجود میں لایا تب سب سے پہلے اس نے قدرت کو بنایا تھا۔ قدرت کے ذریعے مخلوقات کے جسموں کو بنایا۔ قدرت کے ذریعے بنے ہوئے اجسام موت کے وقت فنا ہونے پر بھی، قدرت تو بغیر فنا ہوئے باقی ہے۔ جس طرح ابتداء کائنات سے سمندر، زمین، آسمان، آگ اور ہوا ہے اسی طرح کائنات کے آخر تک بھی رہیں گے۔ کائنات کا خاتمہ یعنی عظیم قیامت (بڑی قیامت یا maha pralay) میں قدرت فنا ہو جائے گی۔ بڑی قیامت میں بھی فنا نہ ہونے والا صرف اللہ ہی ہے۔ جب کچھ بھی نہ تھا تب بھی اللہ تھا اور جب دنیا ہے تب بھی اللہ ہے پھر جب دنیا نہیں رہے گی تب بھی اللہ رہے گا یعنی اللہ قائم ہے۔ دنیا تخلیق کئے جانے کے بعد چاہے کتنے بار اجسام فنا ہو جائے اور نفس چاہے کتنے بار پھر سے پیدا ہونے پر بھی جس طرح قدرت فنا نہیں ہو رہی ہے اسی طرح قدرت سے بنی ہوئی شیطان (مایا) بھی فنا ہوئے بغیر باقی ہے۔ اگر قدرت کو تقسیم کر کے دیکھیں تو جیسے وہ پانچ حصوں میں ہے ویسے شیطان (مایا) کو تقسیم کر کے دیکھیں تو وہ تین حصوں میں ہیں۔ جیسے بڑا قیامت تک پانچ حصوں کی قدرت فنا ہوئے بغیر موجود ہے ویسے ہی بڑی قیامت تک تین حصوں والی شیطان بھی فنا ہوئے بغیر رہتی ہے۔

اللہ کو مخالف (opponent) کی طرح رہنے کے لئے خود اللہ نے شیطان کو پیدا کیا (شیطان کو ہی بھگوت گیتا میں مایا اور بائبل میں ساطان کہا گیا)۔ اللہ کے خلاف چلنے کے لئے اللہ نے خود شیطان کو حکم دیا تھا۔ اللہ کے ذریعے پیدا کیا گیا شیطان ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے، اللہ کی حکم کو مان کر چل رہا ہے۔ اللہ مرد (پُ رُش) ہے تو قدرت عورت ہے۔ قدرت مئونث ہے، اس لئے اللہ نے قدرت کے ذریعے جو شیطان کو پیدا کیا وہ بھی مئونث ہی کہلا رہی ہے۔ اللہ کے حکم سے قدرت کو پیدا

ہوئی شیطان، ابتداء کائنات سے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کے خلاف چلتے ہوئے لوگوں کو بھی چلا رہی ہے۔شیطان انسانوں کو اس طرح چلا رہی ہے کہ! یہ جو شیطان ہے یہ تین حصوں والی صفات کے صورت میں انسان کے سر کے اندر گھوس کر بیٹھی ہوئی ہے۔شیطان نے ایسا کر لیا کہ نفس ہمیشہ اپنے صفات میں ہی ذندگی بسر کریں۔ مطمئن (Satwik)،لوّاما (Rajasa)، امّارا (Tamasa) یہ تین صفات کے حصے ہی شیطان ہیں۔ وہ شیطان انسان کو اللہ کی طرف جانے سے روک تے ہوئے، جو کام اس کو کرنے کے لئے کہا گیا وہ نبھا رہی ہے یعنی وہ اپنا کام کر رہی ہے۔اللہ نے اپنا علم اپنے نبیوں کے ذریعے اعلی کتابوں سے کہلوایا تو شیطان اپنے صفات کے ذریعے اپنے مطلب کو انسانوں پر تھوپ رہی ہے۔ایک نبی کے ذریعے ایک اللہ کا دھرم کو کہلوایا تو، وہ شیطان کے اثر کے وجہ سے الگ طرح سے سمجھ میں آ رہا ہے۔اسی لئے اللہ کا علم کسی کو بھی مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آیا۔اللہ نے ایک مطلب سے کہا تو اسی کو شیطان الگ مطلب سے سمجھ میں آئے جیسا کر رہی ہے۔اس لئے یہ کہہ سکتے ہے کہ ہندؤں (اندؤں) کو بھگوت گیتا، عیساؤں کو بائبل اور مسلمانوں کو قرآن مکمل طور پر اللہ نے جو مطلب سے کہا وہ مطلب کے مطابق سمجھ میں نہیں آیا ہیں۔

زمین پر چاہے وہ شخص کوئی بھی مذہب والا کیوں نہ ہو اسے سر تو ضرور ہوتا ہے۔ وہ سر میں تین صفات کے شکل وصورت میں شیطان (مایا) ہوتی ہے۔ وہ چاہے کوئی بھی مذہب والا کیوں نہ ہو، مایا یا ساطان کہلانے والی شیطان کو پار کر کے اللہ کے طرف جانا اس کے لئے بہت ہی ناممکن ہے ۔یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں۔بھگوت گیتا میں ایک جملہ ہی اس طرح ہے کہ **"گن میی مم مایا درتیا** (guna mayi mama maaya duratyaya)"۔ میری مایا یا میری شیطان جو صفتوں کی صورت میں موجود ہے وہ ناممکن ہے یعنی اس کو پار کرنا یا اس پر جیت (فتح) حاصل کرنا ناممکن ہے۔جب بنیادی کتابوں میں ہی کہا گیا کہ شیطان ناممکن ہے تو اس پر جیت حاصل کرنا اُتنا آسان نہیں ہے۔شیطان انسان کے

اندر ہی رہتے ہوئے اس طرح پیش آ رہی ہے کہ کوئی اس کو پہچان نہ پائے۔اور وہ سب کو اس طرح دھوکا دیتے ہوئے اپنے راستہ کے طرف کھینچ لے رہی ہے کہ" **تم اللہ کے راستہ پر ہی ہو(یعنی اب تم** جو بھی راستہ پر چل رہے ہو وہ اللہ کا راستہ ہی ہے)۔جو لوگ اپنے آپ کو بڑے علم والے سمجھتے ہیں وہ بھی شیطان کے ارادے (مطلب) میں گر کر،اسی کو اللہ کا ارادہ (مطلب) سمجھ نے سے،اللہ کا ارادہ پوشیدہ ہو گیا۔اب تک ہم لوگوں نے جو باتیں بیان کر لئے چاہے وہ پنر جنم کی بات ہو یا قبر کی بات ہو شیطان کی اثر کے وجہ سے اللہ نے جس مقصد سے وہ آیات کہیں ہیں یعنی وہ آیات کے اصلی معنی ڈھانک دیا گیا ہونے سے،سب لوگ اس طرح غلت سمجھ کر لئے کہ مردہ جسم ہی قبر ہے، پنر جنم ہی نہیں ہیں، قیامت کئی یوگوں کے آخر میں بر پا ہو گی۔ہم یعنی **(میں + میری روح)** یہ کہنے کے باوجود بھی کہ شیطان نے تمہیں بھٹکایا ہے یعنی (اللہ نے ایک کہا تو اس کی بات کو الگ قسم سے دکھا کر بھٹکا رہی ہے)۔تو شیطان ان کے نظر میں ہمیں ہی غلت دکھا کر، وہ ایسا کر رہی ہے کہ ہماری بات کو لوگ زرا بھی نہ سنے۔شیطان نے انسان کو اس قدر وہم میں ڈال دیا کہ ہر کوئی یہی سمجھ رہا ہے ہیں کہ میں صحیح راہِ اللہ پر ہی ہوں۔شیطان اس طرح وہم میں ڈالنے سے زمین پر دھرم (دین)،ادھرم (بے دین) کی طرح ہی باقی رہ جا رہے ہیں۔ادھرموں کو مٹا کر واپس دھرموں کی طرح بدلنے کا کام صرف اللہ کو ہی کرنا چاہئے مگر ہم جیسے لوگوں سے نہیں ہو گا جو انسان ہے۔

جو اپنے آپ کو اللہ کے راہ میں بڑے علم والے (عالم) سمجھ تے ہیں ان لوگوں کے ذریعے ہی شیطان اللہ کی بلندی کو کم تر کرنے کے تصورات کو کہلوا سکتی ہیں۔اور جو اپنے آپ کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اللہ کی عطات کرتے ہیں اس پر پوری ایمان کے ساتھ، انہی لوگوں کے ذریعے، ان کو معلوم ہوئے بغیر ان کے دلوں میں ایسا کر رہی ہے کہ اللہ پر ہی گمان پیدا ہوا اور ایسا کہلوا رہی ہے کہ اللہ کی اہمیت کو کم تر ہو۔ایک جگہ پر اللہ نے کہیں ہوئی بات کی اہمیت کو کم تر کرنے والی اور ایک بات کو

اوراللہ کے بات کے خلاف والی بات کوانہی کے زبان سے کہلوا رہی ہے جواپنے آپ کواللہ کے علم والے سمجھتے ہیں۔اس طرح کئ علم والے(عالم) شیطان کے اثر میں رہتے ہوئے،آگے پیچھے سوچے بغیراللہ کی علم کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ویسا کہنے کی وجہ سےانہوں نے جو بات کہیں وہ بات اللہ نے پہلے کہی ہوئی بات سے الگ نظر آتی ہے۔ایسا ہی اس بات کے پیچھے واضع طور پر جوواقعہ کہا ہواہوتا ہےاس سے بھی الگ رہتا ہے۔توان سب باتوں کی خیال کئے بغیر شیطان،انسان کے ذریعے اپنے خیال ہی پیش کروا رہا ہے۔وہ سب کو اس طرح وہم میں ڈال رہی ہیں کہ اللہ کاارادہ اوراپنا ارادہ دونوں ایک ہی ہے۔آپ لوگوں کو یہ بات اور بھی اچھے سے سمجھ میں آنے کے لئے مثال کے طور پر دیکھتے ہیں کہ جب ایک اللہ کے علم والا اللہ کی کلام کی تعلیم دے رہا تھاتو(شیطان نے) کس طرح اسے دھوکے میں رکھ کراسی کے زبان سے یہ کہلوا رہی ہے کہ وہ جوبھی کہہ رہا ہےوہ سب اللہ کاعلم ہی ہے۔

یہ واقعہ سنانے سے پہلے،آج کے دن یعنی(18-09-2011) کوہم نے نیشنل جیوگرفی ٹی وی چھانل میں ایک پروگرام(Program) دیکھا تھا۔وہ ''(Ten Years Of Osamas Terror)'ٹین یئرزآف اوساماز ٹیرر' پروگرام تھا۔اس پروگرام میں پانچ عراق کے دہشت گرد(Terrorist)ایک جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔وہ پانچ دہشت گرد کالے کپڑے ہوئے تھے،اوراپنے چہروں پر پردہ بھی پہنے ہوئے تھے۔وہ پانچوں کے سامنے گلابی رنگ کے کپڑے پہنا ہواایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ٹھہرے ہوئے پانچ دہشت گرد ملکِ عراق والے ہیں توان کے سامنے بیٹھا ہواشخص امریکا ملک والا تھا۔وہ منظر سے معلوم ہورہا کہ مسافر بن کرآیا ہواامریکی شہری کوعراقی دہشت گردوں نے قید کر کے اپنے پاس رکھ لئے ہیں۔وہاں پرعراقی دہشت گرد ایسا کہہ رہے تھے کہ امریکا ہمارا دشمن کا ملک ہے،اس لئے اس ملک پردشمنی سے یہ امریگی شہری کوسزادے رہے ہیں،اس سے امریکا کواس بات کااندازا ہوجائے گا کہ اپنی دہشت گردی کی کیا طاقت ہے،اس طرح کہہ کرایک دم اپنے سامنے بیٹھا ہوا امریکی شہری کو

بازو دھکیل کر، اس کا سر پریدگی کیا۔ انہوں نے اس منظر کا ویڈیو(video) نکال کر امریکا کو بھیجا۔ وہی منظر ٹی وی پر دکھائے تھے۔ وہ منظر کو میرے علاوہ اس وقت میرے کمرے میں جو باقی لوگ موجود تھے انہوں نے بھی دیکھا تھا۔ جنہوں نے میرے ساتھ اس منظر کو دیکھا انہیں وہ واقعہ بہت بے رحمی کا کام جیسے دکھا۔ تب انہوں نے'' یہ کتنا ظلم کا کام ہے اگر سچ میں امریکی حکومت نے دہشت گردوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا ہوتو اس حکومت پر انکا غصہ ہونا لازم ہے اور وہ امریکی حکومت پر اپنا بدلہ لے سکتے ہیں۔ اس وقت حکومت میں رہ کر جنہوں نے انکے ساتھ برا کیا ان رہنماؤں(Leaders) پر اپنی دشمنی بڑھالے سکتے ہیں اور اس کے برابر جنہوں نے ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا ان کو سزا دے سکتے ہیں اور مار بھی سکتے ہیں اور اپنے غصہ کو ان پر نکال بھی سکتے ہیں۔ لیکن یہاں پر ہم غور کریں تو حکومت الگ ہے اور عوام الگ(Common People) ہے ہے نا!۔ حکمران چلانے والی حکومت ہوتی ہے تو چلائے جانے والے عوام ہوتے ہیں، ہے نا!۔ عوام تو صرف اپنے زندگی وہ خود جی رہے ہیں مگر وہ تو دوسرے ملکوں کے دشمن نہیں ہے!۔ اس طرح کوئی بھی دشمنی نہ رکھنے والے معصوم عوام پر دہشت گرد اپنا بدلا لینا ظلم اور گمراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں، کیا دہشت گردوں کو یہ سوچ یا خیال تک نہیں آتی کہ یہ کام انسان کے لائق نہیں ہے اور ہم (دہشت گرد) کس پر غصہ سے کس کو سزا دے رہے ہیں؟۔ دشمنوں پر حملہ کرنا اور مار ڈالنا تو جنگ میں انصاف ہوتا ہے لیکن جو شخص دشمن نہیں ہے اس پر حملہ کرنا اور مارنا جنگِ انصاف نہیں کہلاتی یہ تو انسان کی شیطانیت کہلاتی ہے''۔ انہوں نے (جو میرے کمرے میں تھے) اس طرح کہہ کر، مجھے پوچھا کہ اس پر آپ کا کیا رائے ہے۔

جب میں نے ان سے ایسا کہا کہ آپ کو ہو یا مجھے ہو عراقی دہشت گردوں نے جو بھی کیا وہ غلت دکھنے پر بھی ان کو (یعنی دہشت گردوں کو) وہ صحیح دکھا (لگا) ہوگا۔ وہ کام کو ہم ظلمی کام کہنے پر بھی، شاید! ان کو وہ بہادُر کرنے کے کام جیسا ہی دِکھا ہوگا۔ ایک انسان دوسروں کے نظر میں غلت کرنے پر

بھی، وہ کام اس کی نظر میں قابل تعریف ہوسکتا ہے۔جس طرح آپ لوگوں نے مجھ سے پوچھا ویسا ہی میں نے حال ہی میں ممبئ شہر میں جو دہشت گردوں کا حملہ ہوا، اس حملہ کے بارے میں دہشت گردی کو support کرنے والا، دہشت گردی کے ہمدرد سے اس طرح سوال کیا کہ ''ممبئ شہر میں دہشت گردوں نے ان معصوم لوگوں کو آزادی سے جلا کر مار ڈالا جن کے ساتھ ان کی کوئی دشمنی نہیں تھی، کیا یہ انصاف ہے؟ کیا اللہ اس کام سے راضی ہوگا یا قبول کرے گا؟''۔اس کے جواب میں اس نے جو کہا وہ مجھے حیران کیا۔ایک ملک کے رہنما (نایک یا لیڈر) کو Realize دلانے کے لئے وہ ملک کے عوام کو پریشان کئے تو بھی کوئی بات نہیں۔اس ملک کے سردار میں بدلاؤ لانے کے لئے یا آزمائش کرنے کے لئے اس سلطنت کے شخص کو تکلیف دئے یا مار ڈالے تو بھی کچھ غلط نہیں ہے۔ایسا ہی امریکا ملک کے سردار میں بدلاؤ (تبدیلی) لانے کے لئے اس ملک کے شہری (citizen) کو مار ڈالنا کچھ غلط نہیں ہے کہا تھا۔اس جواب کے بدلے میں، میں نے کہا کہ '' یہ کیسا انصاف ہے؟ جو تمہارا دشمن ہے اس پر حملہ کرنے کی بجائے، اس شخص پر حملہ کرنا جو نہ تم سے کوئی دشمنی رکھتا ہے اور نہ تم سے کوئی رشتہ، اس طرح حملہ کرنا تو پاپ (گناہ) کا کام ہے اور اللہ ایسے کام بلکل قبول نہیں کرتا ہے۔اگر ایک گھر کا مالک بگل کے گھر والوں کو نقصان پہنچایا تو جو شخص نقصان پایا اگر وہ شخص اسے نقصان پہنچایا ہوا شخص کے بیٹے کو بازار میں دیکھ کر بازار میں مجھے ملا ہے سمجھ کر اس بچہ کا قتل کیا تو کیا معاشرہ (Society) اسے قبول کرے گی؟۔وہ ضرور کہتی ہے نا کہ معصوم بچہ کا قتل کرنا ظلم اور نا انصافی ہے۔اسی طرح امریکا کہلانے والی گھر کا مالک جارج بُش پر غصہ سے اس ملک (گھر) کے معصوم لوگوں کو تکلیف پہنچا کر، مار ڈالنا بھی ظلم، نا انصافی اور بے رحم ہوتا ہے نا!۔اور میں نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ اس طرح کا کام کیا وہ اللہ کے نظر میں سزے کا حقدار ہوتا ہے''۔

وہ شخص میری بات سن کر، مسکرا کر، کیا کہا تم نے ہم اللہ کے نظر میں سزے کے حق دار ہیں؟

شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ یہی بات کو ہماری کتاب میں سورح انفال (8) کی آیت 28 میں اس طرح فرمایا کہ (8:28) ''**اور جان لیں کہ حقیقت میں تمہارا مال اور اولاد تمہیں آزمائش کرنے کے چیزیں ہیں اور بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہیں**'' ایسا لکھ کر ہے۔ اور ہمارے علماء (جو قرآن اور حدیث کی علم رکھتے ہیں) اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ زندگی کے بعد کی زندگی کے لئے تمہارے گھر میں کسی بھی قسم کا آزمائش ہوسکتا ہے۔ چاہے تمہاری بیوی بمار پڑسکتی ہے یا تمہارا مال جاسکتا ہے۔ ایسا ہی تمہاری اولاد جو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ حادثہ میں مر بھی جا سکتے ہیں یا اعضاؤں میں کچھ کمی سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح جو بھی تکلیفیں آتے ہیں وہ اللہ تمہیں آزمانے (Test) کے لئے ڈالتا ہے۔ اگر تمہارا دو برس کا بچہ ایک بڑی بماری سے پریشان ہورہا ہے اور وہ بماری کہیں پہ بھی ٹھیک نہیں ہورہی ہے تو اس طرح وہ بچہ ہمیشہ تکلیف پانا تمہارے لئے اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ تمہیں آزمانے کے لئے اللہ تمہارے آس پاس کے شخصوں کو ہو یا مال کو ہو یا چیزوں کو ہو استمال کرتا ہے۔ جب اُتنا بڑا اللہ ہی ایک انسان کو آزمانے کے لئے اس شخص کے معصوم بچہ کو بیمار یا معذور (بے اختیار) بچہ جیسا پیدا کیا، جب وہ کام مناسب ہے تو ہم امریکا شخص کو آزمانے کے لئے یا بدلانے کے لئے وہ ملک کے معصوم لوگوں کو مارڈالنے میں کچھ غلت نہیں ہے نا!''۔ اس طرح اس نے بتایا۔

جب وہ شخص اس طرح اتنی بڑی (عظیم) کتاب کی جملے کو لیکر مثال کے ساتھ بیان کیا تو اس کے اس بات کے بدلے میں، میں کچھ نہیں کہہ پایا۔ لیکن دل میں یہ شک وشبہ ضرور پیدا ہوا کہ کیا اللہ نے سچ میں ایسا کہا تھا؟ ویسا شک آنے سے 16-05-2010 کو، اُس دن میں دو عالموں کے پاس گیا تھا جنہیں میں پہچانتا ہوں۔ وہ دونوں اسلام مذہب کے بڑے عالم ہیں اور وہ ہر ہمیشہ اللہ کے بارے میں بڑے بڑے لیکچرز (lectures) دیتے رہتے ہیں۔ ان سے میں نے پوچھا کہ ''ایک شخص نے

مجھے قرآن کی آیت فلاں طریقے سے وضاحت کیا مگر اس آیت میں مجھے تھوڑا شک وشبہ ہے۔ تو اس لئے آپ مجھے اس آیت کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بتائے۔ تب انہوں نے ایسا پوچھا کہ

علماء: (قرآن اور رحدیث کی علم رکھنے والے): وہ قرآن کریم میں کونسی سورح کی آیت ہے؟

میں: سورح انفال، آیت ۲۸

علماء: اس میں کہا گیا کہ اللہ انسان کو کیسے بھی آزما سکتا ہے۔ اس میں تمہیں کیا سمجھ میں نہیں آیا؟

میں: اللہ کی بات میں مجھے کوئی شک نہیں ہے کیوں کہ قرآن میں جو اللہ کا پیغام کہا گیا اور اللہ کا بھیجا ہوا کلام حق ہے۔ اب جو بھی شک مجھے آیا ہے وہ صرف اس آیت کو صحیح طرح سے سمجھے یا نہیں کیوں کہ میں بھی اس ایمان کے ساتھ کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، پورا نہیں تو بھی تھوڑے حد تک تو ضرور پڑھا تھا۔ اس میں مجھے جس طرح سمجھ میں آیا اور انہوں نے جو کہا اس میں تھوڑا فرق ہے۔ یہی بات کے بارے میں میں نے جو سورح (۲۹) اعنکبوت کی دوسری ۲ آیت پڑھا تھا، اس میں ایسا کہا گیا کہ "**کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے تو چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔**" یہاں پر "**آزمائش**" کا لفظ آنے پر بھی تھوڑے حد تک اس سے یہ پتا چلا کہ وہ کس معنی (ارادے) سے کہا گیا ہے۔ جس جگہ اللہ پر ایمان نہیں ہوتا وہاں پر **آزمائش کئے جانا** الگ معنی دے سکتا ہے۔ لیکن جس جگہ اللہ پر ایمان ہوتا ہے وہاں پر **آزمائش کئے جانے** کا ایک خاص معنی (مطلب) ہوتا ہے۔ یہی بات سے متعلق بھگوت گیتا میں راج ودیا راج گہیا یوگ (Raj Vidya Raj Guhya Yog) میں ۲۲ شلوک میں جب کہا گیا تو اس کو تمام ہندو نہ سمجھ پا کر غلت معنی کر لئے۔ تمام سوامیاں جنہوں نے اس شلوک کا معنی لکھا تھا وہ سب اللہ کی بات کے خلاف معنی کو لکھے تھے۔ انہوں نے جو بھی لکھا وہ سو کے سو فیصد جھوٹ (باطل) ہونے پر بھی اس کا ذرا بھی خیال کئے بغیر صحیح سمجھ لئے۔ بھگوت گیتا میں ایک شلوک نہیں بلکہ تفصیل کے ساتھ بیان کئے تو ایسے بہت سے شلوک

ہے جن کا غلت معنی کیا گیا۔ وہ تمام حضرات (جو روحانی علم جانتے ہیں) جنہوں نے تفسیر کیا وہ غلت سمجھنا ہی نہیں بلکہ شیطان (مایا یا ساطان) انہیں یہ پہچان نے کا موقع تک نہیں دیا کہ ان سے بڑی بھول (غلتی) ہوگئی ۔ لگتا ہے کہ ایسا ہی تھوڑا بائبل میں اور تھوڑا قرآن میں بھی نبی نے جو کہا وہ باتیں لوگ صحیح سے سمجھ نہیں پائے ہیں۔

مثال کے طور پر اب ایک واقعہ دیکھے نگے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں نے جس ارادے (مطلب) سے کہا وہ مطلب کو سب صحیح طرح سمجھ نہیں پائے ۔ '' آدرش مہلا حضرت آئیسا(Adarsh Mahila Hazrat Ayisha) '' اس کتاب میں ایک جگہ ۱۴۱ پیج میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔ جب حضرت ابو سیعد قُدری کی جان جارہی تھی تب اس نے نئے کپڑے منگوا کر پہن لیا، وجہ پوچھنے پر اس نے کہا کہ **'' مسلمان جو کپڑوں میں مرے گا وہی کپڑوں سے اٹھائے جائے گا ''** ۔ حضرت عائشہ کو یہ بات معلوم ہوا۔ جب محمدؐ کی چوتھی بیوی حضرت عائشہ نے فرمایا کہ **'' اے اللہ! ابو سیعد پر رحم فرماں کیوں کہ نبی کے نظر میں کپڑوں سے مراد اعمال (کرم) ہے۔ اور نبی نے واضع طور پر فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے جسم کے ساتھ، سر سے لیکر پیر تک نہ پہچائے جانے والے حال میں یعنی انچھا دین اجسام کے ساتھ اٹھائے جائینگے ''** ۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو رہا کہ جب نبی کے زمانہ میں ہی یعنی جب نبی موجود تھے تب ہی نبی کا ارادہ ایک ہے تو، اس ارادہ کو الگ قسم سے سمجھنے والے موجود تھے تو ہوسکتا ہے کہ اب یعنی آج کے زمانہ میں بھی اسی طرح چند آیتوں کو سمجھنے میں بعض لوگوں سے بھول (غلتی) ہوئی ہوگی۔

علماء: ہوسکتا ہے کہ کہیں پر چھوٹے موٹے بھول ہوئے ہو لیکن اتنی بڑی بھول بھی نظر نہیں آرہی ہے کہ پورا معنی ہی بدل گیا ہو۔ کچھ بھی اگر سیاق وسباق کے مطابق دیکھے تو معنی صحیح رہے گی (معنی برابر جائے گا) ۔ اگر صورت حال کے مطابق نہیں دیکھیں گے تو معنی تھوڑا بدل سکتا ہے۔ اگر ایسا کچھ بھی شک آیا تو

اسے پوچھ کر، وہ شک وشبہ کو دور کر لے سکتے ہیں۔ بات چیت کرنے سے اللہ کا علم خوب سمجھ سکتے ہیں۔

میں: ہاں ہاں بلکل صحیح! بات چیت کرنے سے ہی اللہ کا علم بلا شک کے اچھے سے سمجھ سکتے ہیں، میں اس طرح سمجھنے سے ہی اللہ کا پیغام خوب جاننے والے آپ لوگوں سے مل کر یہ سب پوچھ رہا ہوں۔عرض کرتا ہوں کہ میرے سوالوں سے بیذار نہ ہوتے ہوئے صبر کے ساتھ جواب دے نگے۔ پہلا سوال! کیا انسان ایک ہی بار پیدا ہو رہا ہے؟ یا بہت بار پیدا ہو رہا ہے؟

علماء: ایک انسان ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے اور ایک ہی بار مر جاتا ہے۔ نہ وہ بہت بار پیدا ہو رہا ہے ایسا ہی نہ مر رہا ہے۔

میں: کیا یہ اللہ کی بات ہے یا انسان کی بات یعنی اللہ نے اس طرح کہا یا انسان کہہ رہا ہے؟

علماء: یہ قرآن کریم میں اللہ کا پیغام ہے جو حضرت محمدؐ نے کہا ہے۔

میں: نبی کی بات سچ (حق) ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔تو نبی نے جو کہا تھا وہ اللہ کا پیغام ہے۔اور اللہ کا پیغام ہمیشہ فرمان کی طرح قائم رہتی ہے۔اور اللہ کا فرمان کسی بھی حال میں ہو کر ہی رہے گا یعنی پورا ہوگا۔تو جو واقعات آنکھوں کے سامنے ہوئے، ان کے مطابق دیکھیں تو ایسا لگ رہا ہے کہ نبی کی بات کو ہم لوگوں نے غلت طریقے سے سمجھ لیا۔اگر ایسا کہیں گے کہ انسان ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے تو بہت سارے سوالات سامنے کھڑے ہو جایں گے پھر آخر میں بلا جواب کا سوال بچ جائے گا۔اگر کوشش کر کے جواب بھی دئے تو وہ جوابات بلا دلیل کے ہوتے ہیں یعنی علمی طریقے سے نہیں ہوتے۔وہ جواب جو علمی طریقے سے نہیں رہتا وہ حق نہیں ہوتا ہے۔اس لئے نبیؐ نے جو بات کہا ’قیامت میں دوبارہ جسم کے ساتھ ہی انسان اٹھایا جائے گا‘ یہ بات بلکل سچ ہی ہے مگر میرا شک صرف یہ ہے کہ کیا وہ انسان ایک بار اٹھایا جا رہا ہے یا بہت بار اٹھایا جا رہا ہے؟ یہ بات سمجھنے میں ہم لوگوں سے بھول ہوئی ہوگی۔اس موضوع کو ویسے چھوڑ کر، اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ انسان ایک ہی بار پیدا ہو

رہا ہے تو فوراً ایک سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ! اگر انسان ایک ہی بار پیدا ہو کر قیامت میں ایک ہی بار اُٹھایا جا رہا ہے تو ویسا اٹھائے جانے کی بعد والی وہ زندگی کو کیا کہنا چاہیئے؟ اور کیوں انسان قیامت میں اٹھایا جائے گا یعنی آخر وجہ کیا ہے انسان اٹھائے جانے کی؟

علماء: قیامت کے دن جب قبر سے اُٹھایا جائے گا تب انسان نے اپنے زندگی میں جو اچھے کام اور برے کام کئے تھے، اللہ ان کاموں کا حساب و کتاب لیکر، اس نے جو کام (اعمال) کئے ان کاموں کے مطابق جنت و دوزخ کو بھیجے گا۔ اسے ہی **موت کے بعد کی زندگی** کہتے ہیں۔ انسان کے عمل کے مطابق جو لکھا گیا اس کے حساب سے جنت و دوزخ پانے کے لئے انسان اُٹھایا جا رہا ہے۔

میں: ایک انسان اپنے زندگی میں کئے ہوئے کاموں (اعمال) کے مطابق اور نیکی بدی (پاپ اور پُنے) کے مطابق دوسری زندگی میں یا موت کے بعد جنت و دوزخ (سکھ دکھ یا خوشی وغم) پانے واسطے پیدا کیا جا رہا ہے یا دوبارہ قبر سے اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ سچ ہی ہے۔ تو موت کے بعد کی وہ زندگی کہاں پہ ہو رہی ہے؟ اگر اس طرح سوال کریں تو اس کے جواب میں یہ ملتا ہے کہ جنت میں یا دوزخ میں ہو رہا ہے۔ کیا وہ جنت اور دوزخ زمین پر موجود ہے یا کہیں اور موجود ہے اگر یہ سوال کریں تو اس کا صحیح جواب ہو یا دلیل کے ساتھ جواب ہو نہیں ہے۔ کم از کم اِس بات کی بھی سبوت نہیں کہ ان کو (جنت و دوزخ کو) کسی نے کہیں پر بھی دیکھا ہو۔ ویسے بول کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ جنت و دوزخ نہیں ہیں کیوں کہ جنت و دوزخ کے باتیں اللہ کے ذریعے کہے گئے ہیں اس لئے وہ مکمل طور پر سچ ہی ہے۔ لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم لوگوں نے ان کے بارے میں مکمل طور پر نہیں سمجھ پائے۔ اللہ نے کہی ہوئی جنت و دوزخ کو انسان خود بھگت تے ہوئے بھی انسان اس طرح کہنا بڑی غلطی ہے کہ جنت و دوزخ کہیں اور موجود ہے۔ ہمیں یہ لگ رہا ہے کہ انسان یہ سچ نہیں جان پایا کہ انسان قیامت کے بعد قبر سے اُٹھائے جا کر، موت کے بعد کی وہ زندگی کو جنت و دوزخ کے صورت میں (یعنی خوشی وغم کے

صورت میں) یہیں پر یعنی زمین پر ہی پا رہا ہے۔اس طرح سمجھ لئے تو مستقبل میں (آگے چل کر) سوال نہیں اٹھیں گے۔یہی نہیں بلکہ بغیر شکست کے اللہ کی بات پورا ہوگی۔

علماء: ویسا نہیں ہے۔جنت ودوزخ تو ہے مگر وہ زمین پر نہیں ہے۔انسان نے جو اعمال کیا وہ اعمال کے نتیجہ میں اسے جنت و دوزخ کو بھیجا جائے گا۔اُس طرح قیامت میں اللہ انسان کے تمام غلطیوں کا حساب و کتاب لیکر اس کے مطابق فیصلہ کر کے جنت ودوزخ کو بھیجے گا تب تک مرا ہوا شخص قبر میں ہی رہنا پڑے گا۔

میں: جیسے آپ نے کہا کہ ایک انسان مرجانے کے بعد قیامت تک قبر میں رہ کر، قیامت میں اللہ کے ذریعے قبر میں سے جسم کے ساتھ ہی اُٹھائے جا کر جنت ودوزخ کو بھیجا جائے گا۔اگر ایسا ہی سمجھیں گے تو آپ کا یہ خیال صرف وہ شخص پر لاگو ہوتا ہے جو اپنی پوری زندگی گزار کر مر گیا ہو۔لیکن دنیا میں ایسا بھی ہو رہا ہے کہ جو شخص پیدا ہوا وہ اپنی پوری زندگی گزارنے سے پہلے ہی صرف چار سال کو ہی مر جا رہے ہیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ ایسے معصوم بچے بھی ہیں جو ایک مہینہ سے پہلے ہی مر رہے ہیں۔ایسا ہی جوانی آنے سے پہلے ہی، شادی نہ ہونے سے پہلے ہی گزر جا رہے ہیں۔ایک سال کے یا ایک مہینہ کے معصوم بچوں کا حساب کتاب لینے کے لئے ان کے کچھ بھی نیکی و بدی نہیں ہوتے۔تو جب انکو قیامت کے وقت قبر سے اُٹھا کر کدھر بھیجے نگے جنت کو؟ یا دوزخ کو؟ شاید! ان سوالوں کا جواب نہیں ہوگا۔اتنا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد کی جنت ودوزخ کا قصہ تو بعد کی بات ہے، فی الحال کی زندگی میں ایک سال عمر کا ایک چھوٹا بچہ بڑی اور خوفناک بماری سے تکلیف پا رہا ہے۔ہم نے وہ جنت و دوزخ کو تو نہیں دیکھا جو لوگ کہتے ہیں مگر ایک سال کا بچہ اِس طرح بماری سے تڑپنا تو آنکھوں کے سامنے دوزخ جیسے دکھ رہا ہے۔اس کو دیکھنے کے بعد تو ایسا لگتا ہے کہ کیا یہ دوزخ نہیں ہے؟ ۔یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ اگر کسی کو سزا مل رہی ہے مطلب وہ کچھ غلطی (گناہ) کرنے کی وجہ سے ہی ملتی ہے۔اب

ایک سال کا بچہ دو سال بیماری سے تکلیف پا کر بُری طرح سے مر گیا۔ وہ اپنے زندگی میں نہ اچھے کام کیا نہ بُرے کام۔ ویسے شخص کو قیامت میں اللہ قبر سے اٹھا کر، اس سے کیا پوچھے گا؟ اور اسے کہاں بھیجے گا جنت کو؟ یا دوزخ کو؟ شاید! اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب اتنے چھوٹے بچہ کو اُتنی بڑی بماری آ کر، وہ بچہ مجھے بچانے والا کوئی بھی نہیں ہے کیا کہتے ہوئے ترس رہا ہے تو اور بے بس ہو کر رو رہا ہے تو، اس بچہ کے بگل میں جو لوگ اسے دیکھ رہے ہیں، ان کا دل گم زدہ ہو کر اس طرح کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس معصوم نے کیا غلتی کیا کہ اس کو اتنی بڑی سزا مل رہی ہے (بیماری آئی) ہے، اور سب کہتے ہیں کہ تو (اللہ) بڑا رحم کرنے والا ہے تو جب سے یہ معصوم (جس نے کچھ بھی گناہ نہیں کیا) پیدا ہوا تب سے بماری سے تڑپ رہا ہے تو، اور اس کے ماں باپ بچہ کی شفا کے لئے تجھ سے طلب کر رہے ہیں تو کیا تیری بے حساب رحمت میں سے تھوڑا ان پر رحم نہیں کر سکتا کیا! بہت سارے بد ماش لوگ آزادی سے حرام کام کرتے ہوئے آرام کر رہے ہیں اگر ان لوگوں کو تو سزا نہیں دیا تو بھی کوئی بات نہیں۔ لیکن چھوٹے بچے کو تو بچا سکتا ہے نا!۔ اس طرح لوگ کہتے ہیں۔ آپ تو علم والے ہیں آپ اس واقعہ کے معلق کیا کہیں گے؟

علماء: کہہ سکتے ہیں کہ اس بچہ کے ماں باپ کتنے حد تک اللہ کے راہ میں ہے یہ آزمانے کے لئے اللہ نے انہیں اس طرح (بچہ کو بیمار کر کے) آزمائش کیا۔ جیسے سورح انفال ۲۸ کی آیت میں کہا گیا کہ **"یہ جان لیں کہ حقیقت میں آپ کے مال اور آپکی اولاد آپ کو آزمانے کے چیزیں ہیں بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے"**۔ اس آیت کے مطابق اللہ نے ماں باپ کو آزمانے کے خاطر بچوں کو بیمار کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے اُور ماں باپ کا ردعمل (Reaction) کیسے ہوگا۔ بچہ بمار ہونا تو صرف ماں باپ کی امتحان (آزمائش) کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

میں: لفظِ آزمائش کا زکر سورح انفال کے علاوہ سورح بقرہ کی ۱۵۵ آیت میں بھی آیا ہے۔ وہاں پر اس

طرح کہا گیا کہ **''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان، میوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے''**۔ جو کچھ بھی یہاں پر کہا گیا وہ پورا سچ ہی ہے مگر میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ کب اور کیوں آزمارہا ہے یہ سمجھنے میں غلتی ہوئی ہے ۔قرآن پاک کی آیتیں اللہ کا پیغام ہے وہ اللہ کے احکام ہے اس لئے ضرور ہو کر رہی ہیں گے یعنی ہر آیت ضرور پوری ہوگی۔اسی لئے قرآن اللہ کا علم ہوتا ہے۔ بے شک وہ حق ہے۔میرا تمام دُکھ یا پریشانی صرف اس بات کا ہے کہ اللہ کے پیغام کو انسان ٹھیک سے سمجھ نہیں پائے۔ ہم یہ سب کہنے کی خاص مقصد صرف اللہ کی بات کو صحیح سے سمجھ لیں اس کے سوا اور کچھ نہیں۔اس تحریر کی اصل (essence) یہ کہ ساتھ کا انسان اللہ کے قریب ہونے کے لئے اور شیطان سے دور ہونے کے لئے کی گئی کوشش ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب ہم جو کہنے جا رہے ہیں اس (مقصد) مطلب کو غور سے سن کر سمجھیں گے۔اللہ خالق ہے جس نے کائنات عالم اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ایسا کچھ دنیا میں ہے ہی نہیں جو وہ نہیں جانتا ہو۔اللہ سب جگہ پھیل کر تمام چیزوں کو اور سب کو دیکھ پا رہا ہے۔ ہر انسان کے اندر کیا صفت ہے یعنی وہ کیا خیال کرتا ہے اور باہر اس کو کتنا مال ہے یہ تمام چیزیں وہ جانتا ہے۔انسان پیدا ہونے سے پہلے ہی وہ کس طرح پیدا ہونا ہے، کیسا بڑا ہونا ہے، کہاں پھرنا ہے، کیا بھگتنا ہے، کس طرح بوڑھا ہونا ہے اور آخر میں کیسے مرنا ہے یہ سب کچھ پہلے ہی فیصلہ کر کے ،لکھ کر رکھی گئی عمل (کرم) کو، اللہ ہی خود انسان کے ساتھ بھیج رہا ہے (اس لئے وہ انسان کے بارے میں سب جانتا ہے)۔ **بلا اعمال نامہ (اعمال کا ورق) کے کوئی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔اسی کو تقدیر (نصیب یعنی پشانی پر لکھا ہورا) بھی کہتے ہیں**۔اعمال نامہ کو تلگو میں کرم پتر (karmapatr) کہتے ہے۔اس کے متعلق قرآن میں سورح الانفطار (82) کی آیت نمبر 5 میں کہا گیا کہ **''ہر شخص اپنے آگے اور پیچھے جو حرکتیں (اعمال) کیئے ہیں وہ معلوم ہو جائے گا''**۔ وہی نہیں بلکہ یہی بات کو سورح ال مطففین (83) آیت

نمبر 8،7 میں اس طرح فرمایا کہ ''**بے شک بدکاروں کے تمام عمل (فعل) قید خانہ کی کھاتے (سجین) میں درج کیا گیا ہے اور تم کیا جانتے ہو کہ قید خانہ کی کھاتا (سجین) کیا ہے؟ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے**'' ۔اور سورح الانشقاق (84) کی آیت نمبر 10 میں بھی اس طرح فرمایا کہ ''**جس کا اعمال نامہ(karmapatr) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا**''۔ اعمال نامہ یعنی وہ ان کاموں کا فہرست (List) ہے جن کا فیصلہ کیا گیا۔اور اعمال نامہ کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہے کہ فیصلہ کیا ہوا گناہوں کا فہرست یا گناہوں (پاپ) کا درج کیا گیا ہوا فہرست ۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ عمل یعنی کام ہے۔انسان کا اعمال نامہ انسان پیدا ہونے سے پہلے ہی موجود ہے کہنے کے لئے سورح عبس (80) کی آیت نمبر 20، 21، 22 میں کہا گیا کہ ''**اللہ نے اسے نطفے(Sperm) سے پیدا کیا اور اس کے تقدیر(Fate) کو مقرر(Decide) کیا۔بعد میں اس کی ذندگی کی راستہ کو آسان کیا ۔پھر اس کو موت (قیامت) دی، پھر اس نے قبر کو (نئے جسم کو) پہنچایا**''۔اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان کو موت آنے سے پہلے ہی اور وہ قبر (نئے جسم) کو پہنچ نے سے پہلے ہی اللہ نے اس کی ذندگی کے طریقے کو فیصلہ کر کے رکھا۔ویسے اللہ کو انسان کی ہر ایک عمل کو وہ اچھے سے جانتا ہے۔انسان دنیا میں کیا کیا ،کیا کر رہا ہے اور کیا کرے گا یہ تمام چیزیں وہ (اللہ) جانتا ہے۔لیکن اس (اللہ) کے بارے میں تو کوئی نہیں جانتا۔یہی بات کو بھگوت گیتا میں وگیان یوگ میں شلوک نمبر 26 میں ایسا کہا گیا کہ

شلوک: وے داہم سَمَتی تانِ ورتمانانِ چارُجنا ا (ve daaham samateetaani vartamaanaani charjunaa)

بھوشیانچہ بھوتانِ مامتُ وید نہ کشچنہ اا (bhavishyavanicha bhootani maamtu veda na kashchana)

مطلب: ''**تمام جانداروں کے ساتھ جو ہو رہا ہیں اور جو چیزیں ہونے والے ہیں اور جو چیزیں ہو چکے ہیں وہ سب میں جانتا ہوں لیکن کوئی میرے بارے میں نہیں جانتا۔**''اس طرح کوئی ایسی بات ہے ہی نہیں ہے جو وہ نہیں جانتا ہو یعنی اللہ سب کچھ جانتا ہے۔جب اللہ پہلے سے ہی یہ جانتا ہے کہ ایک

انسان پیدائش سے لے کر موت تک اس دنیا میں کیا کر رہا ہے اور کیا کرنے والا ہے تو اس (انسان) کو آزمائش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک طالب علم (Student) کتنے حد تک علم کو سمجھ پایا یہ چیز معلوم نہیں ہوگا اس لئے اس کو امتحان (Test) رکھ کے، جو اس نے لکھا اس کے مطابق اور اس نے جو نمبر (marks) حاصل کئے ان کے مطابق یہ بات معلوم کر رہے ہیں کہ وہ طالب علم اب تک کتنا سیکھ پایا ہے۔ جب یہ نہیں جانتے کہ دودھ میں کتنا پانی ملا ہوا ہے تب اس کو ایک اعلی (Instrument) سے ٹیسٹ کر کے دودھ کی فیصد کو اور پانی کی فیصد کو معلوم کر رہے ہیں۔ جب کسی چیز کے بارے میں نہیں جانتے ہے تو امتحان کی ضرورت ہے مگر جانتے ہے تو امتحان کی ضرورت نہیں ہے نا!۔ ایک انسان کا طور طریقہ اور اس کے اندرونی ارادہ اور اس کی صفت (صیرت) کو جانتے ہے تو اس کو آزمائے بغیر ہی کہہ سکتے ہے کہ وہ اس قسم کا شخص ہے۔ ایسا ہی اللہ انسان کی لکھی گئی عمل کو، کرنے والے کاموں کو اور اس کی فطرت کو پورے طریقے سے جانتا ہے تو اس معاملے میں اللہ انسان کو آزمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب کوئی بھی یہ سوال پوچھ سکتے ہیں کہ تو پھر قرآن میں سورح بقرۃ اور سورح انفال میں آزمائش کیا جائے گا کہہ کر لکھا ہوا ہے نا!۔ اس کا جواب یہ ہے کہ! یہ بات تو جان لئے کہ انسان کی زندگی میں ہر ایک چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی پہلے ہی اعمال نامہ میں لکھا ہوا ہے۔ یہ بھی جان لئے کہ یہ سب کچھ اللہ جانتا ہے۔ اسی لئے کہا تھا کہ ان سب کو (یعنی جو پہلے سے لکھا گیا ان چیزوں کو) آزمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن انسان کی زندگی میں ایک ایسی چیز (بات) ہے جو اس کی اعمال نامہ (Karma Patra) میں نہیں لکھا گیا۔ وہ ہے اللہ کا علم جو اعمال نامہ سے بھی پرے ہے۔ اللہ کا علم انسان کو اس کے شردھا کے مطابق، اسے جاننے کی جوش کے مطابق اسے حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ (علم) زندگی میں پہلے طے (Decide) کیا ہوا نہیں رہتا۔ جو شخص مکمل طور پر علم کما کر عمل کرے گا وہ شخص کو نجات (مُکتی) ملتی ہے۔ نجات یعنی جنت نہیں ہے وہ اللہ کی قربت (نزدیکی) ہے جو جنت و دوزخ

سے پرے ہے۔ یہی نجات کے بارے میں قرآن میں سورح الاعلی 87 میں آیت نمبر 18،17 میں '' **آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور یہی بات پہلے صحیفوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔**'' جنت و دوزخ ہمیشہ باقی رہنے والے نہیں ہے وہ نیکی اور بدیوں کے مطابق آتے جاتے رہتے ہیں۔صرف ایک آخرت ہی سب سے بہترین ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔اگر یہ آخرت یعنی اللہ کی قربت (نجات) کو انسان حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو علم کی راہ میں ایک مقام تک بڑھنا (grow) پڑے گا یا پہنچنا پڑے گا۔ جو شخص اس مقام تک بڑھا یا پہنچا وہ آخرت کو جائے گا یعنی آخرت میں داخل ہوگا۔ جو شخص وہ مقام حاصل نہیں کر پایا وہ جنت اور دوزخ کو جاتا رہتا ہے۔راہِ علم میں اُس مقام کو انسان خود کمانا پڑے گا یا حاصل کرنا ہوگا۔ دنیوی چیزوں کے مانند علم طے نہیں کیا گیا۔اس لئے انسان کو علم کے معاملہ میں آزمائش کرنا ہی پڑے گا تا کہ ساتھ والے انسان یہ معلوم کر سکے کہ آخر نجات پانے کے لئے انسان کو کتنا علم حاصل کرنا پڑے گا۔علم کی معاملوں میں آزمائش (امتحان) ضروری ہے۔اور انسان صرف اس لئے آزمایا جائے گا تا کہ ساتھ کے انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ نجات (آخرت) پانے کے لئے آخر کتنا علمی مقام کی ضرورت ہے۔اور یہ جان لیں کہ یہی آزمائشوں کے بارے میں قرآن میں لکھا گیا ہے۔

خاص کر غور کرنے والی ایک بات یہ ہے کہ! تمام شیطان کے کام (یعنی جو اعمال نامہ میں لکھے گئے وہ سب کام) اللہ کی علم حاصل کرنے میں روکاوٹ پہنچاتے ہیں۔ جو شخص اللہ کی علم (علمِ الٰہی) کی طرف آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اس کو اپنے زندگی کے عمل (کرم) کے تمام فعل (کام) ہی پریشان کرتے ہوئے اللہ کی علم حاصل کرنے میں روک تھام کرتے ہیں۔ جو شخص راہِ علم میں ہے وہ اُن تمام مصیبتوں (روکاوٹ) کو پار کرنا ہی اس کے لئے آزمائش یا امتحان ہے۔صرف اللہ پر ایمان رکھنے سے اور اللہ کی علم پر توجہ رکھنے سے کوئی بھی شخص اعمال سے چھٹکارا پا نہیں سکتا۔ یہ جان لیں کہ

ویسے شخص کو ہی عمل کے تمام کام آزمائشوں کی طرح رہتے ہیں۔یہی بات کو قرآن پاک میں سورح العنکبوت(29) کی آیت نمبر 2 میں کہا گیا کہ **"کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے چھوڑ دئے جائیں گے اوران کی آزمائش نہیں کی جائے گی"**۔اس کے مطابق یہ معلوم ہورہا ہے کہ جولوگ اللہ پر ایمان لائے ان کو ان کے اپنے اعمال ہی آزمائش جیسے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔اب تک قرآن کی آیتوں کے ذریعے یہ معلوم کر لئے کہ اعمال یا عمل کے فعل،انسان اپنے زندگی میں آنے سے پہلے ہی یعنی پیدا ہونے سے پہلے ہی طے ہو کر ہیں۔ایک انسان کی زندگی میں اسے جو مصیبتیں آتے ہیں چاہے وہ انسان کی خودکی پریشانیاں ہو یا اس کے بیوی کے پریشانیاں ہو یا اس کے بیٹوں کے پریشانیاں ہو یا دولت کے متعلق سے ہو تمام زندگی کے سارے پریشانیاں اللہ کی راہ میں روکاوٹ کرتے ہیں یعنی مصیبتوں کی صورت میں سامنے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ان مصیبتوں کو پار کرنا ہی انسان کے لئے آزمائش(امتحان)ہے۔جو شخص ان کو پار نہیں کر پایا مطلب یہ ہے کہ وہ علم کی آزمائش یا علم کی امتحان میں ناکام ہوا یا ہار گیا۔جو شخص ان کو پار کرلیا مطلب یہ ہے کہ وہ علم کی آزمائش یا علم کی امتحان میں کامیاب ہوگیا یا جیت گیا۔اس طرح جولوگ جیت(فتح یا کامیاب)حاصل کئے وہ لوگ نجات پائیں گے۔یہی ہے وہ بڑا اجر(نجات)جو اللہ کے پاس ملنے والا ہے۔اسی کو سورح انفال کی آیت نمبر 28 میں کہا گیا کہ **"دراصل تمہارے مال تمہارے اولاد تمہیں آزمائش کئے جانے والے چیزیں ہیں۔جان لو کہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے"**۔

ایک انسان کے گول گھیرے ہوئے تمام پریشانیاں آزمائشیں یا امتحان کہلاتے ہیں۔وہ تمام مصیبتیں صرف اعمال کے وجہ سے ہی آئے ہوئے ہیں۔اگر گھر میں بیوی بیمار ہوئی تو وہ اس کے عمل کے مطابق(یعنی بیوی کے خود کے کرم کے مطابق)آیا ہے مگر اس حالت کو ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ شوہر کو آزمانے کے لئے اللہ نے بیوی کو تکلیف دی۔ایسا ہی گھر میں اگر بچہ کو اتنی بڑی بماری آئی کہ

وہ کہیں پہ بھی ٹھیک نہیں ہورہی ہے تو وہ بچہ کی اعمال نامہ کے حساب سے آیا ہوا ہے لیکن اس حالت کو ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ اللہ نے باپ کو آزمانے کے لئے بیٹے کو بیمار کر دیا۔ اسی طرح تمام مسائل جو آتے ہیں وہ سب انکو اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہی آتے ہیں ۔ یہ سچ انسان سمجھ لینا چاہئے کہ وہ سب مسائل ہی اللہ کے راستہ میں آزمائشوں میں بدل جا رہے ہیں ۔اس کے بغیر اگر اللہ باپ کو آزمانے کے لئے بیٹے کو پریشان کریں تو بھی یا شوہر کو آزمانے کے لئے بیوی کو آفت میں ڈال کر تکلیف پہنچائے تو بھی وہ ظلم ہوگا۔ایسا ہوگا کہ جیسے دہشت گرد امریکا پر نفرت سے امریکی شہری کو مارا۔اور بگل کا گھر والا دشمن ہے تو اس کے معصوم بچہ کو مارے جیسا ہوگا۔ بہرحال، اس طرح کے کام نا انصافی اور بے رحمی کا م ہوں گے۔ یہ کہنا بہت بڑا غلطی ہے کہ اس طرح کے نا انصافی اور بے رحمی کے کام اللہ کریگا۔ ہر ایک کو، ان کے خود کے اعمال ہی ان کے لئے آزمائش بن رہے ہیں مگر اللہ خاص کر کسی کو نہیں آزما رہا ہے۔ایک شخص کو آزمانے کے لئے اس کے بچہ کو ہو یا اس کے بیوی کو ہو بیمار، نقصان اور آفت اللہ نے نہیں پہنچایا ہے۔ اللہ اس طرح کے کام کبھی نہیں کرے گا۔ ویسے بھی اللہ کو یہ سب کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جو شخص عمل (کرم) کے مطابق آنے والے اِن تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے صبر کے ساتھ اللہ کے راہ میں سفر کرتا ہے وہ شخص کو بہت بہترین اور اعلی ترین اور ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت (نجات) حاصل ہوتی ہے۔

جو لوگ اللہ کے راہ میں ہے اور جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں پر دھیان نہیں رکھتے ، ان لوگوں کو دنیا میں جو بھی پریشانیاں یا بیماریاں آتے ہیں وہ سب اللہ دور نہیں کرتا۔لیکن اسے للہ کے راہ سے بھٹک نے سے بچاتا ہے یعنی راہِ اللہ میں اس کی حفاضت کرے گا۔یہی بات کو "**یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ان کو آزمائشیں نہیں ہونگے**" کہہ کر سورح العنکبوت میں فرمایا تو ،بھگوت گیتا کے "راج ودیا راج گہ یا یوگ" باب کی شلوک ۲۲ میں ایسا فرمایا کہ

شلوک: اننیا شچِھنتہ یِنتو مام یجناہ پریوپاستے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ا

تیشام نِتیابِھ یوکتانام یوگ کشیمم وہامیہم اا

مطلب: 'دوسرے دیوتاؤں کی فکر کئے بغیر ہروقت میری عبادت کرتے ہوئے ہر ہمیشہ میری فکر میں رہنے والے لوگوں کی یوگ کی دیکھ بھال (خیر) میں ہی کرتا ہوں''۔اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ (پرماتما) سے بڑا کوئی نہیں ہے اور دوسرے دیوتاؤں کی عبادت نہ کرتے ہوئے ہمیشہ اللہ کی ہی عبادت کرنے والے شخص کو،اس کے مشکلوں سے اللہ اسے نہیں بچاتا ہے مگر اس کی ایمان کو (یوگ کو) طاقت دیکر بچاتا ہے (یعنی ایمان پختہ کرتا ہے) تاکہ وہ ان مشکلوں سے ہار کر اللہ کی راستہ سے بھٹک نہ جائے۔ یہ یادرکھیں کہ اللہ کی بات چاہے قرآن میں کہیں یا بھگوت گیتا میں کہیں اس کی بات ایک ہی ہے (یعنی اس کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے)۔اللہ نے ایسا کہیں بھی نہیں کہا کہ صرف اس پر ایمان رکھنے سے اور علم، یوگ رہنے سے آزمائشیں (مصیبتیں) نہیں آئیں گے۔لیکن جیسے سورح انفال میں کہا کہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ویسے بھگوت گیتا میں بھی کہا کہ اللہ بدلے میں اس کے (بندہ کی) **یوگ کی حفاضت کرے گا۔**

اللہ نے زمین پر انسانوں کو پیدا کیا۔ پھر زندگی دیکر اس میں جنت و دوزخوں کو بھی دیا۔اور اس نے ایسا انتظام کردیا کہ انسان جنت و دوزخوں کے درمیان اپنی زندگی گزاریں اور ان کے اپنے اعمال (نیکی و بدی یا پاپ و پنے) کے مطابق ہی انہیں جنت و دوزخ ملیں۔اس بات کا فیصلہ اللہ نے کائنات کے ابتدا میں ہی کردیا کہ انسان کی زندگی (کا طریقہ) کیسے چلنا چاہئے اور ایک ایسا نظام (mechanism) بنا کر رکھا کہ وہی طریقہ قیامت تک (Maha Pralay) چلیں۔وہ اللہ جس نے قیامت تک زندگی چلیں (گزارے) جیسا کیا وہی انسان کے موت کے وقت انسان پہنا ہوا جسم کو ناش (فنا) ہوئے جیسا کر کے، پھر سے (دوبارہ) ایک نئے جسم کو (سمادی کو یا قبر کو) سب کو

یکساں (equally) ملے جیسا (کائنات کے ابتداء سے ہی) کیا اور وہ نئے جسم سے (قبر سے) اللہ نفس کو اِس لئے اُٹھا رہا ہے تا کہ وہ (نفس) اُس نئے جسم سے اپنی موت کی بعد کی ذندگی کو گزاریں۔ ایسے پہلی قبر سے اُٹھایا گیا شخص ذندگی میں جنت و دوزخ کو پاتے ہوئے چند وقت کے بعد جسم کی تبدیلی (یعنی جسم کو بدل نے) کے لئے مرنا پڑھ رہا ہے۔ ایسے مرا ہوا شخص پھر سے نئے جسم میں آٹھایا جانا تو عام طور پر ہو رہا ہے۔ جسم کی تبدیلی کے لئے مرا ہوا شخص دوبارہ ایک ایسے نئے جسم میں پیدا ہو رہا ہے جو ننگا تیار ہوا اور جس میں کسی بھی طرح کے صفتی خیالات نہیں ہیں۔ (یہ بات کو اور بھی اچھے سے سمجھنے کے لئے ہماری تحریر ''جنن مرن سدھانت (Janana Marana Siddhant)' کتاب پڑھیں)۔ نئے سے تیار ہوا جسم کو قبر (سمادی) کہہ رہے ہیں۔ سب لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ نفس (جیواتما) ماں کے پیٹ سے پیدا ہو رہا ہے لیکن اب تک کوئی بھی شخص ماں کے گربھ سے پیدا نہیں ہوا۔ ماں کے گربھ میں مکمل طور پر بنا ہوا جسم Delivery (یعنی تیار ہوا بچہ کا جسم باہر آنے) کے بعد اس جسم کے اندر نفس داخل ہو کر پیدا ہو رہا ہے۔ ماں کے گربھ سے تو صرف بچہ کا جسم پیدا ہوا ہے مگر نفس پیدا نہیں ہوا۔ نفس اس نئے جسم (یعنی delivery ہو کر باہر آیا ہوا جسم) میں جب داخل ہوتا ہے تب اس جسم کو قبر کہہ سکتے ہے۔ جب تک بچہ کے جسم میں نفس داخل نہیں ہوتا تب تک وہ جسم قبر نہیں کہلاتی۔ پہلی سانس (دم) کے ساتھ نفس داخل ہو رہا ہے۔ ایسے داخل ہوا نفس سب سے پہلے اُس جسم سے اُٹھایا جا رہا ہے۔ جس پل نفس کی موت ہو چکی ہے اسی پل میں وہ نفس کے نیکی و بدی کے مطابق اس کی **موت کے بعد کی ذندگی اور جنت و دوزخ** کو جو وہ (نفس) اپنی اگلے ذندگی میں پانا ہے ان کا فیصلہ بھی اسی وقت ہو جائے گا۔ صرف ایک پل میں ہی جنا ہوا نئے جسم میں نفس داخل ہو رہا ہے۔ اس جسم میں سے ایسی حالت میں اُٹھایا جا رہا ہے کہ اس کو اپنے جسم پر کچھ خیال تک نہیں رہتا۔ مرتے وقت نفس پُرانے جسم کو چھوڑ کر نئے جسم میں داخل ہونا، پھر موت کے بعد کی ذندگی کے لائق عمل کا طے ہو جانا (اسی کو prarabda karma کہتے ہے یعنی یہ

وہ کرم یا عمل ہے جو نفس کو اپنی اگلی زندگی میں نئے جسم کے ساتھ بھگتنا ہے)، نیا جسم سے (قبر سے یا سمادی سے) اُٹھایا جانا یہ سب کچھ صرف ایک ہی پل میں ہو جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی راز ہے جواب تک کسی کو بھی نہیں معلوم۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ وہ اللہ جو سب کا حاکم (حکمران) ہے، اس کے ذریعے سے ہی ہم سب کو یہ راز معلوم ہوا۔ یہی نہیں بلکہ یہ بات تلاشِ حق کی نظر (عقل) سے دیکھا جائے۔ یہ بات حق ہی ہے اس لئے آخر میں کوئی بھی ہو اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

یہ بات جان لیں کہ یہ سب کچھ کہنے کی وجہ صرف قبر کی اصلی شکل سمجھ میں آنے کے لئے ہی ہے۔ جب قبر کی اصلی شکل سمجھ میں آجاتا ہے تب اللہ نے جو علم کہا تھا وہ علم نور (روشن) بنجاتا ہے۔ وہ علم نا قابل مقابلہ بن جاتا ہے یعنی کوئی بھی اس علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کے بات کے آگے کوئی بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں سوال باقی نہیں رہتا وہی اصلی اللہ کا علم ہے۔ صرف وہ شخص اللہ کی قربت (یعنی آخرت یا نجات) پائے گا جو اللہ کی علم کو مکمل طور پر جان کر، اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے، دنیا کی مصیبتوں سے نہیں ڈرتا ہے۔ ایسے شخص کو نہ زندگی کی ضرورت ہے نہ قبر کی ضرورت۔ اس کو موت کے بعد زندگی نہیں رہتی ہے۔ جب تک نفس نجات حاصل نہیں کرتا تب تک زندگی کے آخر میں موت پانے کے بعد دوسرے مرتبہ جسم کو پہننا ہی پڑے گا یعنی وہ موت کے بعد کے زندگیاں پا تا رہتا ہے۔ ایسے لوگ پوری موت پائے بغیر ویسا ہی پوری پیدائش پائے بغیر دونوں کے درمیان کی زدگیوں میں ہی رہتے ہیں۔ ہمیشہ رنج وغم (سکھ دکھ) کے علاوہ زندگی میں اور کچھ نہیں رہتا۔ اسلئے زندگی کو دوزخ کی آگ کہہ رہے ہیں۔ جو شخص **دوزخ کی آگ (یعنی زندگی)** پایا وہ آخرت کو پائے بغیر کوئی نہ کوئی جسم کے ساتھ، کوئی نہ کوئی زندگی گزارتے رہنا ہی پڑے گا۔ وہ اِدھر مر بھی نہیں سکتا اور اُدھر پیدا ہوئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ یعنی اسے اس طرح مرتے ہوئے رہنا ہی پڑے گا اور ویسا ہی دوبارہ پیدا ہوتے رہنا ہی پڑے گا۔ یہی بات سورح العلی (87) کی آیت نمبر 12 میں کہا گیا کہ **"وہ بہت بڑی**

آگ میں جائے گا۔اس میں نہ وہ مرے گا نہ وہ جیئے گا''۔ایسے شخص کے جسم بدلتے رہنے پر بھی اسے ایسا لگے گا کہ ہمیشہ دوزخ میں ہی ہے۔جو شخص آخرت میں نہ رہتے ہوئے اس دنیا میں رہتا ہے اس کے لئے ہر ایک نیا جسم بھی قبر ہی ہے۔جب بھی وہ زلزلہِ جسم (جسم کا زلزلہ) پائے گا تب قبرِ جسم (جسم کہلانے والی قبر) سے آٹھایا جائے گا۔

یہ سب کچھ آج کے زمانہ کے پڑھنے والوں کو ااور سننے والوں کو نیا دکھنے پر بھی یہ پوری طرح سے حق ہے۔یہ سچ ہونے کے باوجود بھی لوگ یہ سوچ میں پڑے ہونگے کہ ہماری کہی ہوئی بات سچ ہے یا جھوٹ کیوں کہ انسان موت کے بعد جب جسم سے یعنی قبر سے اُٹھتا ہے تو جسم کے اندر کے نفس کو کچھ بھی خیال نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح سوچنا لازم ہے۔اس معاملہ میں شیطان نے (مایا یا ساطان) پہلے سے ہی گمراہ کر کے رکھنے کی وجہ سے، سب سوچ میں پڑے ہوئے ہونگے کہ ہماری بات پر یقین کرے یا نہیں۔ہماری باتوں کو پختہ (سابت) کرنے کے لئے اور سب کو سوچ میں ڈالنے کیلئے اللہ نے انسان کو ہر دن قبر سے باہر آئے جیسے کیا۔اِس سے لوگوں کو حق پہچاننے کا موقع مل رہا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی بات حکم ہے جو (سابت) ہو کر ہی رہے گی۔اب آپ پوچھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے؟۔وہ اس طرح ہے کہ یہ سچ کو تو سب اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر انسان موت پا رہا ہے۔ایسا ہی پیدائش بھی آنکھوں کے سامنے ہو رہا سچ ہے۔موت اور پیدائش یہ دو بھی سچ ہی ہے مگر موت کے وقت کیا ہو رہا ہے اور ویسے ہی پیدا ہوتے وقت کیا ہو رہا ہے ان کا تجربہ تو کسی کو بھی نہیں ہے۔یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات عام انسانوں کو ہی نہیں بلکہ ان ڈاکٹروں (Doctors) کو تک نہیں معلوم جو جسمانی چیزیں یعنی جسم کے حصوں کے بارے میں اور بیماریوں کے بارے میں جانتے ہیں۔جیسے سب نہیں جانتے کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے وہ سب کچھ یہاں پر تفصیل سے بتانا ممکن نہیں ہوگا۔یہ تمام چیزیں ''**جنن مرن سدھانت**'' میں ہم نے لکھ کر رکھا ہے۔اِدھر موت میں ہو یا اُدھر

پیدائش میں ہوا انسان کو کچھ خیال نہ ہونے کی وجہ سے اور بعد میں کہنے کے لئے بھی اس وقت کیا ہوا ہے یہ یاد نہ رہنے کی وجہ سے یہ دو چیزیں انسان کے لئے غیب کی باتیں ہی ہوئے۔ تو اس لئے اللہ نے انسان کے ہوش (یاد) کے وقت میں ہی انسان کے اندر ہی ان نمونوں کو Fix کر دیا تا کہ انسان ان کو دیکھ کے غور کر کے ان کے بارے میں علم حاصل کریں۔ **نینداور جاگنا (ہوش) ہی موت اور پیدائش کے نمونے ہیں جو ہر ہمیشہ اتفاقن پیش آتے ہیں۔**

چاہے وہ عقل مند ہو یا بے عقل ہو یا چالاک ہو یا جاہل ہو سب کو ہر دن نیند آ رہی ہے لیکن وہ نیند انسان کے قابو میں نہیں ہے۔ وہ کب آتی ہے؟ کیسے آتی ہے؟ وہ آتے وقت کیسا محسوس ہوتا ہے؟ یہ کسی کو نہیں معلوم ہے۔ موت بھی ایسی ہی ہے! یہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ وہ کب آئے گی؟ اور کیسے آئے گی؟ اور جب وہ آتی ہے تو اس وقت کیسا محسوس ہوتا ہے؟ یہ بات کوئی نہیں بتا سکتا ہیں۔ اب اگر پیدائش کی بات کریں تو انسان کی پیدائش کے وقت کیا ہو رہا ہے؟ نفس جسم میں کب داخل ہو رہا ہے؟ کیسے داخل ہو رہا ہے؟ کیسے اُٹھایا جا رہا ہے اور کس کے ہاتھوں اُٹھایا جا رہا ہے؟ یہ بھی کسی کو نہیں معلوم ہے۔ ایسا ہی ہر دن نیند سے اُٹھنا بھی انسان کو پورا نہیں معلوم ہے۔ نیند میں جسم کے اندر دبا ہوا نفس دنیوی خیال میں واپس کیسے اُٹھ (آیا جا) رہا ہے؟ اور کون اٹھا رہا ہے؟ یہ چیز بھی بلکل کسی کو نہیں معلوم۔ دراصل نینداور ہوش کو اللہ نے موت اور پیدائش کے نمونہ کے طور پر رکھا ہے۔ موت و پیدائش بہت ہی راز کے چیزیں ہیں جو کسی کو بھی سمجھ میں نہیں آتے۔ ویسے چیزوں کے بارے میں انسان جاننا چاہا تو اسے ان کے نمونے کو دیکھ کر ہی جاننا ہوگا یا انسان کو سیکھنا ہوگا۔ **اس لئے موت و پیدائشوں کے راز جاننے کے لئے اللہ نے نینداور جاگ نے (ہوش) کی حالات براہ راست ثبوتوں کی طرح رکھا ہے۔ یہ طریقہ میں ایک موت ایک نیند کے مانند ہے ،اور ایک پیدائش ایک جاگنے (ہوش) کے مانند ہے۔**

پہلے نیند کے بارے میں معلوم کرتے ہیں۔ نیند کو تو سب بہت اچھے سے جانتے ہیں مگر نیند کب آ رہی ہے؟ اس کے آنے کے وقت کو تو کوئی بھی بتا نہیں سکتا۔ ہمیشہ انسان کو نیند تو آتی ہی رہتی ہے مگر وہ کونسے وقت پر آئی ہے یا آئے گی یہ پکا نہیں بتا سکتا۔ چاہے وہ بڑا عقل مند ہی کیوں نہ ہو وہ بھی نہیں بتا سکتا۔ چاہے کوئی کتنا بھی تحقیق کر لیں، چاہے وہ بڑے Scientists ہی کیوں نہ ہو وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ فلاں وقت پر نیند آ رہی ہے۔ نیند آتے وقت جسم کے اندر پہلا کیا ہوا اور بعد میں کیا ہوا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم۔ اگر ہم یہ بات جان لئے کہ نیند کے وقت جسم کے اندر کیا تبدیلیاں (changes) ہوتے ہوئے، کیسے آخر میں انسان نیند پا رہا ہے تو یہ بات آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے موت کے وقت جسم کے اندر کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے کے بعد آخر میں انسان موت پا رہا ہے۔ ایسا ہی نیند سے اٹھنے والے انسان کے اندر کیا ہو رہا ہے اور وہ کیسے اُٹھ پا رہا ہے جان لئے تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اسی نمونہ (مثال) سے ہی پیدائش ہو رہی ہے۔ بعض لوگ ایسا سمجھ رہے ہوں گے کہ نینداور ہوش کو معلوم کرنا تو بہت ہی آسان ہے نا!۔ لیکن یہ کہہ سکتے ہے کہ انکو اتنی آسانی سے معلوم کرنا کسی کی بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے ویمنا یوگی نے بھی کہا کہ "**جس نے نیند کی راز معلوم کی وہی ہے اصلی یوگی**"۔ بعض تو اس طرح کہہ رہے ہیں کہ میں خود سو رہا ہوں اور میں خود جاگ رہا ہوں یا ہوش میں آ رہا ہوں۔ اس طرح کا وہم میں کوئی بھی گر سکتے ہیں۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ نینداور جاگنے میں کسی کو بھی خود اختیاری نہیں ہے۔ اب تک نیند و جاگنا یعنی موت و پیدائشوں کے نمونے کی بات ہی اتنی راز والی ہے تو یہ کہہ سکتے ہے کہ اس سے بھی بڑی راز والی بات جو موت و پیدائش ہے وہ چیزوں کے بارے میں تو کوئی بھی نہیں جانتا۔

اب آپ لوگ مجھ سے اس طرح سوال کر سکتے ہیں کہ کوئی بھی نہیں جانتے کہنے والے تجھے یہ سب کیسے معلوم ہوا؟۔ میں نے اب تک کہیں بھی نہیں کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ بہت ہی بڑے راز

والے پیدائش وموت کے بارے میں، میں بھی نہیں جانتا ہوں۔لیکن میں نے بہت مرتبہ کہا تھا کہ میرے ساتھ رہنے والا سب کچھ جانتا ہے۔ ہر دن انسان کو نیند میں بھیج نے والا اور خیال (جگانے والا) میں اٹھانے والا یا خیال میں لانے والا میرے جسم کے اندر ہی موجود ہے۔دنیا میں ایسا کچھ راز ہی نہیں جو وہ نہیں جانتا ہو۔میں نے اس سے دوستی کی ہے ،اسی وجہ سے اس نے مجھے جو بتایا، وہ میں آپ لوگوں کو بتا رہا ہوں۔اس لئے جب بھی میں کوئی تعلیم دیتا ہوں یا کوئی علم لکھتا ہوں تب ہم اس طرح لکھتے ہیں کہ ''**ہم جو کہنے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ یا ہم جو لکھنے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ**'' یعنی **میں** کہنے کے بدلہ میں ہم (**میں + میری روح**) کہتا ہوں۔مجھے ہی نہیں بلکہ آپ کے ساتھ رہنے والا اور آپ کے جسموں کا مالک سب کے جسموں میں بھی موجود ہے۔لیکن تم یہ نہ جانتے ہوئے کہ وہ (روح) تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہی جسم کا مالک ہے اور وہ کام کروانے سے ہی تمہارے جسم میں تمام کام ہو رہے ہیں، اس طرح سمجھ رہے ہو کہ جسم کے اندر صرف میں ہی ہوں، اس لئے تمہارے اندر رہنے والا تمہیں کچھ نہیں بتا رہا ہے اور تمہیں کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے۔بس آپ کو اور مجھے صرف اتنا ہی فرق ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔وہ فرق کے وجہ سے چند رازوں کو میں کہہ پا رہا ہوں اور آپ نہیں کہہ پا رہے ہیں۔

اگر یہ بات کو معلوم کر سکے کہ نیند سے کیسے اٹھ پا رہے ہیں تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ قبر سے کیسے اُٹھ پا رہے ہیں۔نیند گیا ہوا شخص جسم میں سے خود اُٹھ نہیں پائے گا۔ایسا ہی جو شخص مر گیا وہ بھی خود قبر سے (جسم سے) اُٹھ نہیں پائے گا۔جو شخص نیند گیا وہ لیٹے ہوئے جسم میں سے اٹھایا جا رہا ہے۔ایسا ہی جو شخص مر گیا وہ اس جسم سے اٹھایا جا رہا ہے جو ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہوا ہو۔سویا ہوا شخص اور مرا ہوا شخص یہ دونوں کسی کو معلوم ہوئے بغیر جسم کے اندر ہی رہنے والے (روح) کے ذریعے ہی اٹھایا جا رہا ہے۔جو شخص نیند گیا اس کے لئے اپنی پورانی جسم ہی قبر ہے جس میں وہ بسر کر (زندگی

گزار) رہا ہے ۔اور مرا ہوا شخص کے لئے نئ جسم ہی قبر ہے جس میں وہ رہنے (زندگی بسر کرنے کے لئے) جا رہا ہے۔جسم کے اندر جو نیند گیا اسے ،اس جسم میں نفس کے ساتھ رہنے والی روح ہی جسم میں سے اٹھا رہی ہے۔ جو شخص مر گیا اسے جس جسم میں وہ (روح ،نفس) داخل ہوا اس جسم سے بھی روح ہی نفس کو اٹھا رہی ہے۔ یہاں بعض لوگ ایک سوال پوچھ سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ! نئے سے پیدا ہوتے وقت کیا ہو رہا ہے یہ تو ہم نہیں جانتے ہے مگر سویا ہوا شخص کو جب کبھی بھی ہم اٹھاتے ہیں تو وہ نیند سے اٹھ رہا ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ سویا ہوا انسان کو، جاگتا ہوا انسان اٹھا رہا ہے۔آپ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ جو سو گیا ہے اسے اپنے جسم کے اندر کی روح ہی اٹھا رہی ہے۔تو پھر کیا آپ کی بات سراسر جھوٹ نہیں ہے !اس طرح پوچھ سکتے ہیں۔ اگر میری بات جھوٹ ہے تو آپ یہ سوال پوچھنے پر بھی ،اس کا جواب دئے بغیر میں بات کو ٹال سکتا تھا۔میری بات جھوٹ نہیں ہے۔اسی لئے آپ لوگوں نے یہ سوال نہیں کیا تو بھی وہ سوال میں خود ڈال کر، میں نے سوال کیا کہ کوئی بھی اس طرح پوچھ سکتا ہے۔اور اس کا جواب بھی میں کہہ رہا ہوں۔ یہاں پر سوال اور جواب دونوں میرے ہی ہونے پر بھی ،سوال آپ کے طرف سے اور جواب میرے طرف سے ہے۔

سویا ہوا شخص کو جب کوئی دوسرا شخص اٹھاتا ہے تو سویا ہوا شخص اٹھنے کے باوجود بھی ،ظاہری طور پر سب کو دوسرا شخص اٹھانے پر سویا ہوا شخص اٹھے جیسا دکھنے کے باوجود بھی ،جسم کے اندر جس نے اٹھایا وہ تو صرف وہ جسم کے اندر رہنے والا روح ہی ہے۔ جب باہر والا شخص بلاتا ہے تو تب بھی اندر کی روح ہی وہ جسم کے اندر کی نفس کو اٹھا رہی ہے تا کہ اپنی (روح کی) موجودگی کے بارے میں باہر والا شخص نہ سمجھ سکے (نہ پہچان سکے)۔ جو نفس نیند میں ہے اسے باہر کی آواز ہو یا باہر کی احساس ہو معلوم نہیں ہوتا۔ جو سن نہیں سکتا اسے آواز دینے پر بھی وہ بات اسے سنائی نہیں دیتی ہے۔ ویسا ہی اسے چھونے پر بھی وہ (نفس) محسوس نہیں کر سکتا ہے ۔ایسی حال میں سویا ہوا شخص کو، باہر والا بلائیں تو بھی

یا چھویں تو بھی وہ اٹھنے کا موقع نہیں ہے۔تو،سویا ہوا شخص کو جب باہر والا بلاتا ہے تب جو شخص روحانی علم نہیں جانتا اسے روح کے بارے میں معلوم ہونا دین کے خلاف ہے۔اسی لئے روح خود سویا ہوا شخص کو اُٹھا کر، باہر والے شخص کو اِس طرح وہم (گمان) میں ڈال رہی ہے کہ **میں نے اُٹھایا تو وہ اُٹھا تھا** (یعنی باہر والا اٹھایا تو سویا ہوا شخص اٹھا) تا کہ اس کو (باہر والے کو) یہ بات معلوم نہ ہو کہ روح کہلانے والی ایک چیز جسم کے اندر موجود ہے۔بعض اوقات کتنا بلانے پر بھی نیند سے نہ اٹھنے والوں کو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں۔ویسا ہی چھونے پر بھی نہ اُٹھنے والے کو بھی دیکھ سکتے ہے۔جسم کا مالک اس جسم کے اندر رہنے والی روح ہی ہے۔اس لئے روح کو معلوم ہوئے بغیر یعنی بغیر روح کے Involvement کے جسم میں کچھ نہیں ہوتا ہے۔روح جسم میں رہتے ہوئے جسم میں بعض کام انسان کی مرضی کے مطابق کرتے ہوئے ،اس جسم کے اندر کی نفس کو اس طرح وہم میں ڈال رہی ہے کہ **جسم کا مالک میں (نفس) ہی ہوں**۔اس طرح کے چند کام نفس کے پسند کے مطابق روح کرنے کی وجہ سے انسان میرا جسم ،میری مرضی (پسند) کہہ رہا ہے۔خود کو اپنے جسم پر کسی بھی طرح کا اختیار نہ رہنے کے باوجود، انسان وہ اِچھادھین کام (Icchadheen kaam) یعنی وہ کام جو انسان کی مرضی کے مطابق جسم میں ہو رہے ہیں ان کاموں کو دیکھ کر انسان کہہ رہا ہے کہ میری مرزی ہے۔انسان کو وہم میں ڈالنے والے اِچھادھین کاموں کے علاوہ جسم میں ایسے بہت سے کام ہے جو انسان کی Involvement کے بغیر ،انسان کی چاہت کے بغیر اور انسان کو نہ معلوم ہوتے ہوئے ہو رہے ہیں۔تو انسان اپنی نادانی کی وجہ سے وہ کاموں کے بارے میں ہو اور وہ کام کون کر رہے ہیں اس کے بارے میں ہو ذرا بھی خیال نہیں کر رہا ہے۔ہمارے جسموں میں ایسے کئی کام ہیں جو اَنِچھادھین کے طور پر ہو رہے ہیں۔

(اَنِچھادھین کام (Anichadheen kaam): یعنی یہ وہ کام ہے جو ہمارے پسند کے قابو میں نہ رہتے ہوئے ہونے والے کام مطلب یہ کہ چاہے ہماری پسند ہو یا نہ ہو وہ کام ہوتے ہی رہتے ہے جیسا کہ

کھانا ہضم ہونا، سانس چلنا، دل کی دھڑکن چلنا، گردوں میں پانی فلٹر ہونا وغیرہ)۔انسان کے مرضی کے مطابق روح ہاتھ اور پیر حلا کر کام کروانے سے، انسان اپنی نادانی کی وجہ سے یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کام اپنی مرضی کے مطابق ہی ہوا ہے اور اس نے خود وہ کام کیا ہے سمجھ رہا ہے۔بعض اوقات (کبھی کبھی) انسان کا ہاتھ ہو یا پیر ہو انسان کے پسند کے مطابق کام نہیں کرتا ہے۔اس وقت انسان ہاتھ کو ہو یا پیر کو ہو زرا بھی ہلا نہیں سکتا۔جب سب کچھ ٹھیک رہتے ہوئے صرف پیر کام نہیں کر رہا ہے تو اس کو بیماری آئی سمجھ رہا ہے لیکن اس وقت بھی انسان کم از کم یہ خیال نہیں کر رہا ہے کہ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ (کیوں ہاتھ پیر کام نہیں کر رہے ہیں)۔جسم کے اندر بہت ہی راز چھپا ہوا ہے اور تمام روحانیت (روح کی تمام مطالعہ (Study)) جسم کے اندر ہی موجود ہے۔انسان یہ بات نہ جاننے کی وجہ سے پیغمبروں نے (prophets) جو علم کہا اس علم کو جسم کے اندر نہ دیکھتے ہوئے جسم کے باہر یعنی باہر کی دنیا میں دیکھ رہے ہیں۔اسی لئے یہ کہہ سکتے ہے کہ انسانوں کو پیغمبروں نے جو علم کہا وہ سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

چاہے وہ بھگوت گیتا کی علم ہو یا بائبل کے جملے ہو یا قرآن کے آیت ہو، ان میں چند جملوں کو باطن میں یعنی جسم کے اندر ہی دیکھنے کی ضرورت ہے۔اگر بڑے لوگوں نے باہر دنیا کی زندگی کے طور طریقے کہا ہیں تو ان کو باہر والی دنیا کے مطابق ہی سمجھ کر عمل کرنا چاہیئے۔وہ سب کچھ **اخلاقی** (moral) اور **انصاف** (Justice) سے **متعلق** ہیں۔اگر جسم کے اندر کی زندگی کے طریقے کہا ہو تو ان کو جسم کے اندر ہی سمجھ کر عمل کرنا چاہیئے۔باطن سے سمجھ کر جو عمل کرتے ہے وہ تمام **علم اور دین** ہوتا ہے۔**دنیوی تعلقی انصاف واخلاقوں سے بھی اللہ کے تعلقی علم و دین کئی گنا ذیادہ عظیم ہیں**۔اس لئے اللہ کی علم کو اور اللہ کی دین یا دھرموں کو اندر ہی (جسم میں ہی) سمجھ لئے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ نفس کا قبر جسم میں ہے اور جسم کا قبر (گوری) باہر دنیا میں ہے۔وہ تمام علم جو پیغمبروں نے فرمایا تھا وہ سب ہوش والی (consious) نفس کے بارے میں ہے لیکن بلا ہوش والی (unconsious) بے جان جسم کے بارے میں نہیں ہے۔اس لئے

جس جسم میں نفس موجود ہے صرف اس جسم (قبر) کے بارے میں ہی بیان کر لینا چاہئے ۔لیکن اس جسم (لاش) کے بارے میں بیان نہیں کر لینا چاہئے کہ جس میں نفس موجود نہیں ہے ۔

اب تک پیغمبروں نے جو قبر کے بارے میں کہا وہی باتیں تفصیل کے ساتھ بیان کیئے ہیں ۔اور بھی بہت سے باتیں ہیں جوانہوں نے بغیر کہیں جھوڑ دئے ۔ وہ ان تمام باتوں کو کہیں بغیر چھوڑ دئے ہیں ۔ یہ بات معلوم ہونے کے لئے کہ نبیوں نے جو کہا اس کے علاوہ اور بھی چند علم کے باتیں ہیں (جونبیوں کو کہنی چاہئے تھی) اس کے بارے میں بائبل پاک میں یوحنا خوشخبری میں چھاپٹر نمبر 16 ورس نمبر 12 میں ایسا ہے کہ " **مجھے تم سے اور بھی بہت کچھ باتیں کہنا ہے مگر ابھی تم انہیں برداشت نہ کر پاؤ گے** " ۔اس طرح یسوع (عیسیٰ) نے کہا تھا ۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہی بائبل میں اور وہی یوحنا خوشخبری میں چاپٹر نمبر 14 اور ورس نمبر 26 کا جملہ ایسا ہے کہ " **لیکن وہ مددگار** (آدرن کرتا) **یعنی پاک روح جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا ۔تمہیں ساری باتیں (مکمل طور پر) سکھائے گا اور ہر بات میں نے تم سے کہی ہے ، وہ تمہیں یاد دلائے گا** " ۔اس طرح نبی عیسیٰ نے کہا تھا ۔ان جملوں کے مطابق معلوم ہو رہا ہے کہ ! نبی نے چند علم کی باتیں ہی سکھایا تھا اور بھی چند کہنے کے باقی ہے اور جب **سارے علم کے باتیں** بتائے جائیں گے تب ہی وہ مکمل تعلیم کہلاتی ہے ۔اب تک کئی نبیاں آ کر چلے گئے اس کے باوجود بھی اور بھی کئی علم کی باتیں ہیں جن کا زکر نہیں کیا گیا اور اس بات کا سبوت بھی ہے ۔ میں نبی نہ ہونے پر بھی جہا تک میں جانتا ہوں ، ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ باتیں جن کا زکر اب تک نہیں آیا اور وہ باتیں جونبیوں نے نہیں کہیں ، ان میں سے کوئی ایک یا چند باتیوں کو تو جو میری روح نے مجھے پہنچایا وہ آپ کو بتانا چاہتے ہیں ۔

اب تک قبر کے موضوع میں نبیوں نے جو کہا اسی کو تفصیل سے بیان کئے ۔تو وہ سب کو ایک عجیب سا اور یقین نہ کئے جانے والی تشریح لگی ہوگی ۔ پھر بھی عقلی طور پر سوچے تو ہر ایک انسان کو یہ سمجھ

میں آجائے گا کہ ہم نے جو کہا وہی سچ ہے۔ اگر ایک انسان مجھے اچھی لگی (خوب لگی) کہا تو اس کے دو مطلب (معنی) ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھے پسند آئی کہا ہو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے کچھ مار لگا ہو تو اس وقت تکلیف ظاہر کرنے کے لئے (ارے مجھے مار خوب لگی بھی کہتا ہے)۔ جب ایک ہی جملہ کے دو معانی ہوتے ہیں تو تب اس حالت کے اعتبار سے یہ پہچان سکتے ہیں کہ وہاں پر کونسا مطلب (معنی) لینا چاہئے۔ اگر وہاں کا صورت حال یا موقع کو پہچانے بغیر صرف **اچھی لگی** لفظ کو دیکھیں گے تو صرف یہی سمجھ میں آئے گا کہ اسے تکلیف ہوئی ہوگی۔ اگر وقت اور موقع کے اعتبار سے دیکھیں گے تو ایک بندہ (شادی کے لئے) لڑکی کو پسند کرنے کے موقع پر سب کے سامنے دلہن کو دیکھ کر، اس وقت (موقع پر) اچھی لگی کہا تو اگر وہ بات کی معنی ہم تکلیف سمجھیں گے تو وہ بے موقعہ کا معنی مانا جائے گا۔ اچھی لگی اس بات کا اور ایک معنی تکلیف ہوئی بھی ہے مگر اس موقع پر وہ معنی کام نہیں آئے گا۔ ایسا ہی بنیادی کتابوں میں جب نبیوں نے **قیامت میں** (یہ لفظ استمال کیا) کہا تھا تو وہ کونسی قیامت ہے اگر یہ بات صحیح سے نہ سمجھیں گے تو وہاں کا پورا کا پورا معنی ہی (مقصد ہی) بگڑ جائے گا۔ جب **قدرت** دو قسم کی ہے یعنی **جاندار قدرت** (اسی کو چَر پر کرتی chara prakruti کہتے ہیں یعنی تمام مقلوقات کے جسم (جانور اور انسانوں کے جسم))، **بے جاندار قدرت** (اسی کو اچر پر کرتی Achara Prakruti کہتے ہیں آسمان، آگ، ہوا، پانی، مٹی)۔ **اور جب دو** قدرتوں کا بھی قیامت ہے تو اگر ہم یہ بات نہیں سوچیں گے کہ وہاں پر کونسی قدرت کے بارے میں کہا گیا تھا؟ اور کونسی قیامت کے بارے میں کہا گیا تو اس کے بارے میں غلت سمجھنے کا موقع ہے۔ قرآن کریم میں محمدؐ نے کہی ہوئی علمی باتوں کو شروع میں بعض لوگوں نے غلت مطلب سے سمجھ نے کی وجہ سے اور ان کے ذریعے وہی معانی سب جگہ پھیل جانے کی وجہ سے، نبی نے جس مقصد (ارادے) سے کہا وہ معنی کسی کو معلوم نہ ہو پایا۔ اسی لئے بعد میں آئے ہوئے لوگوں کو اللہ کے پیغام کا اصل خلاصہ سمجھنے کا موقع نہیں رہا۔

بائبل میں یوحنّا خوشخبری کی چھاپٹر (۱۶) ورس نمبر (۱۲) کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ اور بھی بہت سے اللہ کی علمی باتیں نبیوں کو کہنا تھا مگر انہوں نے وہ علم کی باتیں نہیں کہا تھا۔اس کی وجہ اسی جملے میں اس طرح بتایا کہ **''اب تم لوگ ان باتوں کو برداشت نہیں کر پاؤ گے''**۔اس طرح کہنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ لوگ پہلے سے ہی غلت فہمی میں ڑوبے ہوئے ہیں اگر انہیں سچ بتانے پر بھی، انہیں وہ باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گے۔اسی ارادہ سے وہ بنا بتائے چلے گئے۔ایسے بنا بتائے ہوئے چھوڑ دئے گئے کئی علمی واقعات کو ہم نے ہمارے کتابوں میں چند باتوں کی تفسیر کی ہیں۔اب ایک ایسی علمی واقعہ تفسیر کریں گے جواب تک دنیا میں کسی نے بھی نہیں کہا یا اب تک کسی نے بھی نہیں بتایا۔جو بات بولنیجا رہے ہیں وہ نیا ہونے کی وجہ سے سچ جان کر بعض لوگوں کو خوشی پہنچتی ہے تو بعض لوگوں میں حسد پیدا کر کے سنی ہوئی بات کو تو عیسیٰ نے کہا تھا سمجھ کر برداشت نہیں کر پائیں گے۔اگر صفتِ حسد نکال کر دیکھیں گے تو ہم نے جو علمی واقعہ کہا وہ کئی سوالوں کا جواب دیتے ہوئے، ایک نئی خوشی پہنچاتی ہے۔اگر اللہ سے تعلق رکھنے والے تمام باتوں کو غور کر کے دیکھیں گے تو جیسا کہ کوّے کے گھونسلے میں کویل نے انڈا ڈال کر رکھا ہو ویسا ہی شیطان (مایا) نے اللہ کے دھرموں میں اپنے دھرم (اصول) ملا کر رکھی ہے۔کوّے کے گھونسلے میں کویل کا انڈا ایسا دکھتا ہے کہ کوئی بھی اسے پہچان نہیں سکتا۔اس وجہ سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ پاتے ہوئے کہ فلان کویل کا انڈا ہے اور فلان کوّے کا انڈا، کوّے کے گھونسلے میں تمام انڈوں کو کوّے کے انڈے ہی کہہ رہے ہیں۔بلکل اسی طرح شیطان نے اپنے دھروں کو، اللہ کے دھرموں (دین) میں اس طرح ملا کر رکھا کہ کوئی بھی اس کے (شیطان کے) دھرم پہچان نہ سکے۔اس لئے لوگ جو دھرم جانتے ہیں ان میں سے کونسا اللہ کا دھرم ہے اور کونسا شیطان کا دھرم یہ شناخت نہ کر پا کر جو دھرم وجانتا ہے ان تمام دھرموں کو اللہ کے دھرم ہی سمجھ رہا ہے۔بعض کو تو اللہ کے دھرم شیطان کے دھرموں کی طرح اور شیطان کے دھرم اللہ کے دھرموں کی طرح دکھ رہے ہیں۔بعض لوگوں میں تو

شیطان کے اصول خوب پھیل گئے۔ ویسے لوگوں کو میں جو اللہ کے دھرم بتا رہا ہوں وہ ان کو نئے لگنا ہی نہیں بلکہ ایسا کر رہے ہیں کہ ان میں حسد پیدا ہو، اور اِن باتوں کو وہ برداشت نہ کر سکے۔

بہر حال، چاہے کوئی کیسے بھی رہے اور چاہے کوئی کیسے بھی سمجھیں ہم یعنی (میں + میری روح) تو صرف سچ ہی کی تعلیم دیتے ہیں۔ جب کسی بھی مذہب میں اللہ کی کلام یعنی اللہ کی باتوں کے اصلی مطلب (Real meaning) میں کچھ کمی آجاتی ہے تو اس وقت انکو صحیح کر کے ان کا اصلی مطلب یہ ہے کہنا ہی ہمارا فرض ہے۔ اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ صرف ہندو (اندو) مذہب میں ہی نہیں بلکہ عیسائیت اور اسلام مذاہبوں میں بھی اللہ کی پیغام کا جو مقصد ہے اس مقصد یا مطلب میں کچھ کمی نہ آجائے یعنی انکا اصلی مطلب نہ بگڑے، اگر ویسا ہوا ہو تو ان کا بھی صحیح مطلب بتانے کی کوشش کریں گے۔ ایسی کوشش میں ہی قبر (سمادھی) کا تفسیر کرنا ہوا۔ ہم یہ زکر چکے تھے کہ روح اور نفس (جو اللہ کے حصے ہیں)، قدرت سے بنی ہوئی جسم کے ساتھ جب ملتے ہیں تو وہ جاندار جسم قبر کہلاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ قدرت مخلوقات کی ماں ہے جس نے دنیا میں پیدا ہوئے تمام مخلوقات کو جسم دی ہے اور وہ اللہ جس نے جسم میں جان (chaitany) ڈالا وہ باپ (والد) ہے۔ شروع میں آپ سمجھنے کے لئے قدرت ماں جیسی ہے اور اللہ باپ جیسا ہے کہنے پر بھی دراصل ہر جنم جنم میں بھی اصلی ماں باپ تو صرف قدرت اور اللہ ہی ہے۔ یہی بات بھگوت گیتا گن تریا یوگ (guna traya vibhaga yog) باب میں شلوک نمبر ۳، ۴ میں ایسا کہا گیا۔

شلوک ۳: مم یونی رمہ دبھرحمہ تصمن گربھم ددھامیا ہم ۱

سمبھو َ سّرو َ بھوتانام تتو بھرتِ بھارتَ ۱۱

شلوک: سرویونِشُ کونتیا! مورتیا سمبھونتی یاہ ۱

تاسام برحم محدیونِ رِح اہم بیج پردہ پتا ۱۱

مطلب: بے جان قدرت میری بیوی جیسی ہے اور میں اس کا شوہر جیسا، بیج داتا کے مانند ہوں۔ اس لئے ہم دونوں سے تمام مخلوقات پیدا ہوتے ہیں۔ ظاہری دنیا میں چاہے کسی بھی یونی سے (پیٹ سے یا گربھ سے) کسی بھی شکل وصورت میں پیدا ہو، وہ تمام جانداروں کو جس نے جسم عطا کیا وہ قدرت ان کی ماں ہے تو اس کا بیج یعنی میں باپ یا والد ہوں۔

اب اصل بات پر آتے ہیں۔ قدرت سے جسم بن (تیار) رہا ہے۔ اور اللہ قدرت کو بیج دے رہا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ قدرت ماں ہے اور اللہ (پرماتما) باپ ہے۔ یہ انسانوں نے نہیں کہا، یہ اللہ کا پیغام ہے۔ تو اب ہمیں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے وہ یہ کہ! حال ہی میں ایک سال پہلے نئے سے شادی شدہ جوڑے کو نئے سے لڑکا پیدا ہوا۔ تو وہ بچہ کا باپ 'میرے بیٹے کی naming ceremony میں سب لوگ حاضر ہوکر, اس کو دعایں دے کر جائے'، اس طرح کا دعوت نامہ چھاپ کر باٹ دیا۔ اُدھر وہ **میرے بیٹے** کو نام رکھ رہے ہیں کہہ رہا ہے۔ اِدھر بھگوت گیتا میں اللہ نے کہا تھا کہ چاہے کسی کا بھی بیٹا ہو وہ میرا ہی بیٹا ہے ۔ دونوں میں کونسا سچ ہے؟ اس کے بارے میں سوچے تو، جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں ویسا شادی کر کے بیوی کے ساتھ گھر بسا کر بیٹے کو پیدا کرنے والے ماں باپ تو یہی لوگ ہے۔ انہوں نے شادی کی، ذندگی بسر کی پھر اولاد پایا یہ سب ہم لوگ جانتے ہیں۔ اب کوئی بھی یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کونسی بیوی کو کون شوہر ہو تو مجھے کیا جو پیدا ہوا ہے وہ میرا ہی بیٹا ہے، اللہ اس طرح کہنا کیا انصاف ہے؟ اب اس کا جواب دینے والے بھی ہم ہی ہے نا! کہہ رہے ہیں، سنئے۔ جب کوئی کسی سے بات کر رہا ہے تو بعض اوقات کسی کو بھی (to any person) اس طرح کہتے ہیں کہ 'وہ **میرا بیٹا** یا یہ **میرا بیٹا**'۔ یعنی اس نے مجھے بڑا دھوکا دیا یہ بات کہنے کے بدلے میں وہ میرا بیٹا بڑا دھوکا دیا کہتے رہتے ہیں۔ جب کسی کو گالی گلوچ کرتے ہیں تب **(چور) میرا بیٹا** کہتے ہیں۔ بعض لوگ unconsciously دوسرے شخص کو میرا بیٹا کہنا ہم دیکھتے رہتے ہیں۔ حقیقت میں گالی دینے

والے شخص کو سامنے والا شخص (یعنی جو گالی کھا رہا ہے) بیٹا نہیں ہے اس کے باوجود وہ بات کہنا انصاف ہے کیا؟ یعنی اس کو بیٹا کہنا **انصاف ہے کیا؟** اگر اس طرح پوچھیں گے تو یہی کہنا پڑے گا کہ وہ انصاف نہیں ہے اور ایسا کہنا بھی صحیح طریقہ نہیں ہے۔اب کوئی بھی اس طرح کہہ سکتے ہے کہ جب باہر والا شخص دوسرے شخص کو میرا بیٹا کہنا نا انصافی ہے تو وہ بچہ جو تمام سبوتوں کے ساتھ بیوی اور شوہر کو پیدا ہوا، اتنا بڑا مالک (اللہ) وہ بچہ کو میرا بیٹا کہنا بڑا نا انصافی ہے۔تو اللہ کے دھرموں کے مطابق انصافی و نا انصافی اور نیکی و بدی یہ سب صرف دنیا کی زندگی گزارنے والے لوگوں پر لاگو (Applicable) ہوتے ہیں۔اللہ پر **انصاف و نیکی** لاگو نہیں ہوتے ہیں۔اس کے پاس صرف **علم اور دھرم (دین)** ہی ہوتے ہیں یعنی اس پر علم اور دھرم ہی لاگو ہوتے ہیں۔اس لئے اس طرح پوچھ سکتے ہے کہ جو دوسروں کو پیدا ہوا، اسے اللہ میرا بیٹا کہنا **علم ہے کیا؟ دھرم (دین) ہے کیا؟** لیکن ایسے نہیں پوچھنا چاہئے کہ **انصاف ہے کیا؟**۔بہر حال، بھگوت گیتا میں اللہ نے جب یہ کہا کہ سب کی ماں قدرت ہے اور سب کا باپ میں ہوں تو، اس طرح پوچھ سکتے ہیں کہ **یہ دھرم ہے کیا؟**۔

زمین پر کون کس کو پیدا ہونے پر بھی اس کا باپ میں ہی ہوں، اس طرح کہنا ظاہراادھرم (بے دینی) جیسا دکھتا ہے لیکن اصل میں انہوں نے (اللہ نے) جو کہا وہ بات دھرم ہی ہے کہہ سکتے ہیں ۔میں اس طرح اللہ کی بات دھرم ہے کہنے سے آپ لوگ مجھے جھوٹا سمجھیں گے تو بھی کوئی بات نہیں ۔لیکن دین کے مطابق (دلیل کے ساتھ) اللہ ہی ہر انسان کا اور ہر جاندار کا باپ ہے کہہ سکتے ہے۔یہی بات بائبل میں متّی خوشخبری میں جملہ ۹ میں ایسا ہے کہ "**زمین پر کسی کو بھی باپ کے نام سے مت پکارو کیوں کہ صرف آپ کا باپ ایک ہی ہے اور وہ آسمان (پرلوک) میں ہے**"۔یہ بات خود عیسیٰ نے کہا تھا۔بائبل میں عیسیٰ نے جو کہا وہ بات بھگوت گیتا کی اس بات کے برابر (یکساں) ہو گیا کہ **سب کا باپ میں ہی ہوں جو بیج داتا ہوں**۔اب دکھنے والے ماں باپ کی بات کریں گے تو social life

میں دکھنے والے ماں باپ رہنے پر بھی روحانی طریقہ میں ہر جنم میں ماں باپ نہ دکھتے ہوئے ہیں۔ دکھنے والے ماں باپ تو صرف موجودہ جنم کے ہی ماں باپ ہے تو قدرت اور اللہ تمام جنموں میں اور تمام لوگوں کے ماں باپ ہیں۔ قدرت اور اللہ ہی اصلی ماں باپ ہیں یہ بات سننے کے باوجود بھی بعض لوگوں میں کسی بھی طرح کا اثر ہو یا نئی بات معلوم ہونے کی تعجب ہو، نہ ہوتے ہوئے جس نے کہا اس کے طرف لاچار سے دیکھتے ہیں۔ اور انہوں نے جو سنا اس بات کا نظر انداز کریں گے کیوں کہ انہیں بولنے والا ناسمجھ کی طرح دکھتا ہے اور اس نے جو کہا وہ بات جھوٹ ہے کہتے ہوئے اس طرح رحم کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ کہنے والے کا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ اور بعض لوگ اس طرح سمجھ رہے ہیں کہ شاید قدرت اور اللہ بھی انسان ہی ہے اور انہوں نے جَن کر، موجودہ ماں باپ (یعنی دنیا میں جو ماں باپ دکھ رہے ہیں) کو دے دیا ہوگا اور موجودہ ماں باپ (ہمیں) پال نے والے ماں باپ ہے۔ بعض عقل مند لوگ اس طرح مذاک کرتے ہوئے بات کرتے ہیں کہ کیا (وہ سب کے ماں باپ ہے) جن کا نہ پنڈ ہے نہ نطفہ؟ ، سائنس کے تحقیق کے مطابق تو باپ کے نطفہ سے اور ماں کی پنڈ سے انسان پیدا ہو رہا ہے ۔اس طرح بنیادی کتابوں میں اللہ نے جو بات فرمایا وہ بات کو کہنے پر بھی لوگ آج سننے کی حالت میں نہیں ہے۔ اور کہنے والے کو اندھا اعتبار کرنے والا یا بے وکوف سمجھا جا رہا ہے۔

چاہے کوئی بھی کچھ بھی سمجھیں، ہر طرح سے حقیقت میں قدرت ماں ہے اور اللہ باپ ہے کیوں کہ قدرت سے جسم اور اللہ سے حرکت کرنے کی طاقت اور نفس پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ بات صرف حق ہی نہیں بلکہ خانونی اور دینی بھی ہے۔ اپنے خیال سے کہنا الگ بات ہے اور حق اور علمی طور پر (روشن کتاب کے دلیلوں کے ساتھ) بات کرنا الگ بات ہوتی ہے۔ مثلاً اشٹا دش پُران (ashtadash puran) (۱۸) بنا کر بولے گئے تھے۔ وہ شاستر نہیں ہیں۔ **شاستر** سے مراد **علم** ہے۔ چند جھوٹ (ابدّ یا abad) اور چند سچ (نج یا niza) باتیں بنا کر پران کہے گئے۔ مگر شاستر (علم) ایسے نہیں ہیں۔ شاستر (علم) میں

صرف حق ہوتا ہے۔شاستر (علم) قائم ہے۔کبھی نہیں بدلے گی۔زمین پر صرف چھ(٦) شاستر (علم) ہی ہے۔اس میں سب سے اعلی اور سب سے پہلے پیدا ہوئی علم برحم ودیا شاستر یعنی اللہ کا علم ہے۔ برحم سے مراد سب سے بڑے کے ہے اسی کو علمِ الٰہی بھی کہتے ہیں۔لیکن ابتداء سے ترتیب میں آخر میں بتائی جارہی ہے۔ باقی پانچ علم بعد میں پیدا ہونے پر بھی ترتیب میں پہلے بتائے جارہے ہیں۔ وہ چھ ترتیب کے ساتھ اس طرح ہے ۔١)علم ریاضی (Mathematics) ٢)علم الانظوم (Astronomy) ٣)علم کیمیا (Chemistry) ٤)علم طبیعیات (Physics) ٥) علم جوتشے (Astrology) ٦) علم الٰہی یا اللہ کا علم (برحم ودیا علم)۔چھٹی والی علم الٰہی کو علم یوگ (یوگ شاستر) بھی کہہ سکتے ہے۔انسان کی پیدائش و موت اور عمل کے طریقے، روحایت کی علم اور نفس کے احساسات یہ تمام اللہ کے علم سے تعلق رکھتے ہے یعنی برحم ودیا شاستر سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے تمام روحانیت کے باتیں شاستر بدھ (علمی طور پر) ہوتے ہیں۔اگر کوئی غیر روحانی باتیں بتا کر یہ کہیں گے کہ وہ باتیں روحانی ہی ہے تو بھی وہ سچ نہیں ہوتے اور شاستر بدھ سے نہیں رہتے ہیں یعنی علمی طریقے سے نہیں رہتے ہیں۔بعض جگہ اللہ کی علم میں مایا یا شیطان کا علم اس قدر مل گیا کہ کوئی اس کی شناخت نہیں کرسکتا۔پھر بھی جو لوگ اللہ کی علم (یعنی برحم ودیا شاستر) جانتے ہیں وہ بلا شاستر بدھ والی شیطان کی علم کو فوراً پہچان سکتے ہیں۔اسی طریقے سے بنیادی کتابوں میں (جو اللہ کا پیغام ہیں) جیسے کوّے کے گھونسلے میں کویل کے انڈے مل گئے ویسے چوری سے ملے ہوئے شیطان کی علم کو بھی ڈھونڈ کر ان کو نکال دے سکتے ہیں۔ہم نے جو ''**ترائیت سدھانت بھگوت گیتا**'' لکھا اس میں مایا شلوکوں کو نکال کر لکھنا ہوا۔

برحم ودیا شاسر (اللہ کے علم) کے مطابق ایک نفس کی ماں قدرت و باپ اللہ ہے، یہ بات حکم وحق ہے۔لیکن بعض اس طرح کا سوال کرسکتے ہیں کہ جیسے ہم دیکھ رہے ہیں اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سب لوگ دکھنے والے ماں باپ کو ہی پیدا ہو رہے ہیں مگر براہ راست کہیں بھی نظر نہیں آرہا ہے

کہ انسان قدرت اور اللہ کے ذریعے پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ سوال کا جواب دینے سے پہلے ایک مثال دیکھتے ہیں۔ ۱۹۸۰ میں ہم نے ''جنن مرن سدھانت'' نام سے ایک انقلابی کتاب (سمچلنا تمک کتاب) لکھے تھے۔ وہ سب کتابوں کی طرح عام کتاب نہیں ہے۔ اس میں وہ پیدائش اور موت کا سدھانت لکھا گیا جو کوئی نہیں جانتا ہے۔ صرف وہ ایک کتاب لکھنے کے لئے ۴۵ دن لگے تھے۔ وہ کتاب لکھنے کے لئے بہت سوچنا پڑا۔ ویسے ہی بہت سے سبوتوں کو اکھٹا کر کے لکھنا پڑا۔ اس طرح ۴۵ دن محنت کئے تو، ایک نقل (کاپی) تیار کر پائے تھے۔ تب جا کر وہ **''جنن مرن سدھانت''** ایک کتاب کی صورت میں مکمل تیار ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں ویسے کتابیں کئی ہزاروں کے تعدات میں تیار کرنے کے لئے، پہلے مصنف کے ذریعے لکھی گئی کتاب کا نمونہ تیار کر کے، اسی نمونہ کے مانند (یعنی پہلی کتاب جیسے) کئی جنن مرن سدھانت کے کتابیں تیار کر سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ لکھنے کے بعد ویسے ہی محنت کر کے باقی کتابیں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلی کتاب کا نمونہ بنا کر وہ نمونہ کے مطابق ہی ۴۵ دنوں میں ۴۵ ہذار کتابیں بھی تیار کر سکتے ہیں۔ تو یہاں پر پہلے جو کتاب لکھی گئی وہ **لکھی ہوئی کتاب** (یعنی اس کو مصنف نے خود لکھا) ہے تو بعد میں وہی نمونہ سے تیار ہوئی تمام کتابیں **بنائی ہوئی کتابیں** ہوئے (یعنی وہ مصنف کے ہاتھ سے نہیں لکھے گئے وہ تیار کئے گئے)۔ لکھی ہوئی کتابوں میں کی بات ہی بنائے گئے کتابوں میں رہنے پر بھی پہلے لکھی ہوئی کتاب ہی بنیادی کتاب ہے بعد میں اس کے مطابق اسی کے مانند بنے ہوئے، چاہے کتنے بھی ہو، وہ تمام اس کے نمونہ کے ذریعے بنے تھے، لیکن وہ بنیادی کتابیں نہیں ہو سکتے۔ بعد میں ہذاروں کی تعداد میں تیار ہوئے ''جنن مرن سدھانت'' کتابوں کا مصنف جیسا پہلے لکھا ہوا شخص کے طور پر ہمارا نام ہی ہے۔ لیکن میں نے پہلے ایک کتاب ہی لکھا تھا۔ جتنی محنت سے پہلی کتاب لکھا تھا ویسے باقی کتابیں نہیں لکھا تھا۔ جب ۴۵ دنوں میں صرف ایک کتاب لکھا تو اب ۴۵ دنوں میں ۴۵ ہذار کتابیں بن گئے۔ وہ تمام کتابیں جو بعد میں

بنے تھے وہ ہم نے نہیں لکھا تھا پھر بھی ان کا مصنف میرا نام ہی رہ گیا کیوں کہ وہ سب کتابیں ہم نے جو نمونہ لکھا اس کے ذریعے ہی تیار ہوئے تھے۔اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر مصنف شروع میں ایک کتاب لکھا تو بعد میں نہ لکھنے پر بھی وہی نمونہ سے تیار ہوئے تمام کتابوں کو وہی نام رہتا ہے۔اور وہی مصنف رہتا ہے۔پہلے لکھی گئی کتاب کو بعد میں کئی (بہت سے) کتابیں بنا رہے ہیں۔اسی لئے پہلے والی کتاب کو لکھی گئی کتاب کہہ رہے ہیں تو جو کتابیں بعد میں تیار ہوئے ان کتابوں کو تیار کئے گئے (بنائے گئے) کتاب کہہ رہے ہیں۔جو پہلے لکھا گیا اس میں اور جو بعد میں لکھا گیا اس میں، دونوں میں ایک ہی معلومات (Information) رہتے ہیں اور ایک ہی مصنف کا نام رہتا ہے۔وہ دو ایک ہی ہے پھر بھی پہلا والا لکھا گیا ہوا اور بعد میں والا تیار کیا گیا ہوا ہے۔یہ تمام چیز مثال کے طور پر صرف اس لئے بتایا گیا تا کہ آگے کہنے والی بات خوب سمجھ سکے۔

اب اصل بات پر آتے ہیں۔چاہے کوئی مخلوق ہو یا انسان ہو ایک ہی مرتبہ جنم (پیدائش) لیتا ہے۔یہ بات کا زکر ہم نے "**پنرجنم رحسیا**(Punarjanam Rahasya)" کتاب میں ہی فرمایا تھا ۔ہر انسان کی پیدائش (جنم) ابتداء کائنات میں ہی ہوا تھا۔ابتداء کائنات میں ایک مرتبہ پیدا ہو جانے کے بعد پھر سے کوئی بھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔لیکن جسم کی تبدیلی کے لئے ہر ایک انسان چند سالوں کو ایک مرتبہ **پنرجنم**(Punarjanam) پا رہا ہے۔اس کے مطابق ہم سب نے اب پُنرجنم (دوبارہ پیدائش) لیا ہے یا پنرجنم اُٹھائے ہیں کہہ سکتے ہیں۔ہم سب کی پیدائش (جنم) ابتداء کائنات میں ہی ہوا تھا۔لیکن تمھیں یہ بات یاد (خیال) نہیں ہے کہ تم ابتداء کائنات میں ہی پیدا ہوئے تھے۔اسی لئے اصلی پیدائش کو بھول گئے ہیں۔پُنرجنم کے لئے دکھنے والے ماں باپ کی ضرورت ہے۔لیکن جب پیدا (جنم) ہوئے تھے یعنی ابتداء کائنات میں دکھنے والے ماں باپ نہیں تھے۔تم ہو اور تمہارے ماں باپ جیسا جو لوگ ہے وہ ہو، سب لوگ ابتداء کائنات میں اللہ کے ذریعہ تخلیق کئے گئے

تھے۔ کائنات کے شروعات میں قدرت کو ہی گربھ (پیٹ) بنالیا ہوا اللہ (پرماتما) انسان کو تیار کرنے کے لئے، ماں کے پنڈ و باپ کے نطفہ سے کام نہ لیتے ہوئے ہی پیدا کیا تھا۔ ابتدا میں جب کائنات نہیں تھی تب اللہ نے اپنی کائنات کی تحریر کیا۔ شروع میں ہی اللہ اِس بات کا ارادہ کرلیا کہ اپنی کائنات کیسے ہونا چاہئے پھر جیسے ایک مصنف کتاب لکھتا ہے ویسے اللہ نے اپنی کائنات کی تحریر کی (یعنی تیار کیا یا بنایا)۔ جیسے کہ پہلی کتاب بننے کے لئے Printing Press کی ضرورت نہیں ہے ویسے ہی شروع میں انسانوں کو بنانے کے لئے اسنانی تعلقی پنڈ اور نطفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے لکھی گئی کتاب کے نمونہ (plate) کے مطابق کتنے سارے کتاب بھی ہو اور کتنے بار بھی ہو تیار کر سکتے ہیں۔ بلکل اسی طرح خود اللہ نے بنائی ہوئی انسان کے نمونہ کے مطابق اور ماں و باپ کہلانیوالے سمیوکت مشینوں (جوڑ مشینوں) کے ذریعہ بہت سے انسانوں کو کئی بار پیدا کر رہا ہے۔ **انسان کی پیدائش (جنم) اس کو کہتے ہے جو قدرت اور اللہ (Purush and Prakruti) کے ذریعے ابتدا میں تیار کیا گیا، بعد میں قدرت واللہ کے جگہ پر عورت اور مرد ماں باپ کی طرح رہتے ہوئے، نئے جسموں سے جو پیدا ہوتا ہے وہ (انسان کا) پُنر جنم ہوتا ہے۔** ایسے کئی پنر جنم، جسم کی تبدیلی کے لئے ہو رہے ہیں۔ چاہے کتنے بھی پنر جنم ہو، اس وقت میں نئے جسم میں نفس داخل ہو رہا ہے۔ مگر نفس تو کائنات کے شروعات سے ایک ہی طرح ہے (یعنی شروع میں جس طرح بنایا گیا یا پیدا کیا گیا ویسا ہی ہے)۔ جب ایک نام والی کتاب چاہے کتنے بار نئے سے تیار کیوں نہ ہو، اس کا نام نہیں بدلتا اور اس کا information بھی نہیں بدلتا۔ مگر صرف پیپر (Paper) بدلا ہوا رہتا ہے۔ پرانے پیپروں کے جگہ نئے پیپر رہتے ہیں۔ ایسا ہی انسان کتنے بار پیدا کیوں نہ ہو، وہ انسان کا جسم نیا ہوتا ہے مگر انسان کے اندر کی نفس وہی رہتی ہے جو کائنات کے شروعات سے ہے۔ اس کے جو صفات ہے وہی صفات رہتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب کتنے بار نئے سے چھپوانے پر بھی اس کا مصنف وہی ہے جس نے اسے پہلے لکھا، ویسا ہی انسان کتنے بار پنر جنم لینے پر

بھی اس کا خالق (پیدا کرنے والا) وہی ہوتا ہے جس نے اسے پہلے پیدا کیا۔جیسا کہ کتاب پیدا ہوکر چاہے کتنا بھی وقت کیوں نہ ہواس کا مصنف نہیں بدلتا ویسا ہی انسان کتنے بار جسم بدل کر پیدا کیوں نہ ہواور کائنات (پیدا) ہوکر چاہے کتنا بھی وقت کیوں نہ ہواس کو(انسان کو) شروع میں پیدا کیا ہوا باپ تو کبھی نہیں بدلتا ہے۔اسی لئے ابتداء کائنات میں جس نے تمہیں پیدا کیا اسی کو اصلی باپ کہنا پڑا۔

موجود ہ وقت میں ماں باپ دکھنے پر بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ زِروکس مشین(xerox machine) جیسے ہی ہیں مگر تخلیق کار نہیں ہیں۔ایک کتاب جب پرانی ہوجاتی ہے تو اس کو زِروکس مشین میں ڈال کر، اگر زِروکس کریں گے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ مشین نے اس (کتاب) کو نئے سے تیار کیا؟ بلکل نہیں، مشین نے صرف اِتنا کیا کہ جو اس کتاب میں لکھا تھا اس لکھت کو نئے پیپر پر چھاپ کر دی ہے!۔اسی طرح ایک جسم جب پرانا ہوجاتا ہے تو تب ماں باپ کہلا نے والے مشین کے ذریعے پھر سے پیدا ہوئے تو ،**پچھلے والا نفس ہی** نئے جسم سے پیدا ہورہا ہے مگر موجودگی میں جو ماں باپ دکھ رہے ہیں انہوں نے اس کو پیدا نہیں کیا۔جب ایک کتاب کو زِروکس نکال تے ہے تو اس کتاب کے مصنف کے نام کے جگہ زِروکس مشین کا نام نہ لیتے ہوئے پہلے جس نے (کتاب) لکھا اسی کا نام بتاتے ہیں ویسا ہی انسان دکھنے والے ماں باپ کو پیدا ہونے پر بھی وہ جنم (پیدائش) نہیں کہلاتی پنرجنم (دوبارہ پیدائش) کہلاتی ہے۔اس لئے باپ کے مقام پر اللہ کا نام ہی کہنا پڑا جس نے پہلے پیدائش (جنم) دی ہے۔اس طرح اللہ ہی سب کا باپ ہے جس نے ابتداء کائنات میں تمام کو جنم دیا ہوا بیج داتا ہے۔اس لئے بائبل میں متّی خوشخبری کی چاپٹر۲۳ ورس نمبر۹ میں کہا گیا کہ "**کسی کو باپ کہہ کر مت پکارو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمان پر ہے**"۔اس طرح کہی ہوئی بات پورے طریقہ سے حق ہے۔ایسا ہی بھگوت گیتا میں گن تریا وبھاگ یوگ باب کی شلوک نمبر۳،۴ میں تمام مخلوق کا باپ میں ہی ہوں جو بیج داتا ہوں یہ کہنا بھی پورا حق ہے۔اب یہ معلوم

ہوگیا کہ اللہ (پرماتما) باپ ہے اور قدرت ماں ہے۔جنہوں نے ابتداء کائنات میں پیدا کیا تھا وہ قدرت اوراللہ ہی اصلی ماں باپ ہے۔ بعد میں پُنر جنم میں دکھنے والے ماں باپ صرف وہ جنم کے ماں باپ ہونے پر بھی وہ زِروکس مشین جیسے ہیں مگر اصلی پیدائش ان سے نہیں ہوئی۔اس لئے بائبل میں کسی کو باپ کے نام سے مت بلاؤ اس طرح کہنا کچھ مبالغہ کی بات نہیں ہے۔

انسان کی پیدائش (جنم) تو ایک ہی بار ہے مگر یہ نہیں بتا سکتے ہے کہ پنر جنم کتنے ہیں۔انسان کا باپ تو ایک ہی ہے مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ باپ جیسے لوگ کتنے ہیں۔وہ انسان جو کائنات کے اوّل میں پیدا ہوا، اسے کائنات کے آخر تک رہنا ہی پڑے گا، درمیان میں جو آتے ہیں وہ جسم کے موت ہی ہے مگر نفس کی فنا (موت) نہیں ہے۔نفس کا فنا نجات سے ہوتا ہے۔جب تک نفس نجات نہیں پائے گا تب تک اسے پنر جنم (جو جنم نہیں ہے) لینا ہی پڑے گا۔ایسا ہی ان ماں باپوں کو دیکھنا ہی پڑے گا جو اصل میں ماں باپ نہیں ہے۔ یہ نہیں بتا سکتے کہ انسان پیدا ہوکر کتنے لاکھ یا کتنے کروڑ سال ہوئے ہونگے لیکن کتنی بے شرم کی بات ہے نا کہ انسان کو اب تک اپنے ماں باپ کون ہے یہ تک نہیں معلوم!!!۔کیا یہ بات تعجب کے لائق نہیں کہ انسان کو یہ بات تک نہیں معلوم کہ اس کے اصلی ماں باپ موجود ہے۔اسی لئے ویمنا یوگی نے ایک بات کہا کہ **"وہ بیٹا پیدا ہوا تو کیا؟ یا مر گیا تو کیا؟ جو اپنے ماں باپ پر رحم نہیں کرتا، کیا چیونٹیوں کی گھر میں دیمک پیدا نہیں ہوتا یا نہیں مرتا"**۔یعنی باہر کی دنیا میں کتنی عقل مندی سے، کتنا سمارٹ (smart) سے، بڑے مقام پر اور بڑے شان سے پیش آنے والے انسان کو اپنے ذاتی (خود کے) ماں باپ پر دھیان نہیں ہے تو وہ بیٹا مرے تو کیا؟ یا زندہ رہے تو کیا؟ یعنی دونوں ایک ہی بات ہے۔جیسے ویمنا صاحب نے کہا جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ قدرت اور اللہ موجود ہے اور وہی ان کے اصلی ماں باپ ہے ایسے لوگ چیونٹیوں کے گھر میں دیمک (چیول کے کیڑے white ants) کے برابر ہے۔وہ (دیمک) پیدا ہوئے یا مرے کوئی ان کے بارے میں فکر نہیں کرتا یعنی ویمنا

صاحب کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ویسا شخص پیدا ہو یا پیدا نہیں بھی ہوا، دونوں ایک ہی بات ہے۔

ابتداء کائنات میں اللہ نے اپنی قدرت کے ذریعے جسم تیار کروا کر، پانچ اناصروں سے بنی ہوئی جسم میں نفس یعنی اللہ کا ایک حصہ ہے اس نفس کو داخل کر کے جان دار جسموں کو تیار کیا تھا۔ یہ معلوم کر چکے تھے کہ اس طرح پہلے تیار کئے گئے جانداروں کے **جنم یا پیدائش** کہلاتے ہے۔ جب سے لیکر اب تک وہی جنم چل رہا ہے اور بعد میں بھی چلے گی۔ ابتداء کائنات میں انسان جب جنم لیا تھا تب وہ قبر (سمادی) سے اُٹھایا نہیں گیا۔ صرف پنرجنموں میں ہی **قبر (سمادی)** کہلانے والی **جسم** سے اٹھایا جا رہا ہے۔ پنرجنم میں ماں کے پیٹ سے باہر نکلا ہوا جسم کے اندر، پچھلے جنم کے جسم سے باہر آیا ہوا نفس جب داخل ہوتا ہے تب وہ قبر ہو رہا ہے۔ لیکن ابتداء کائنات میں ماں کے پیٹ سے نہ جسم باہر پڑ رہا ہے اور نہ نفس دوسرے (الگ) جسم سے آ رہا ہے۔ اسی لئے کائنات کے شروع میں جب پیدا ہوئے تھے تب کسی کو بھی قبر نہیں ہے۔ **یہ سمجھنا چاہئے کہ سمادھی (قبر) صرف ان کو ہیں جن کے پنرجنم ہوتے ہیں**۔ صرف پنرجنم میں ہی انسان (نفس) قبر سے اٹھایا جائے گا کہہ کر بنیادی کتابوں میں جو بات ہے وہ سچ ہو رہا ہے۔ بنیادی کتابوں میں لکھ کر ہیں کہ اللہ قبر سے اٹھائے گا۔ یہاں اس بات پر انسان کو تھوڑا اعتراض ہوسکتا ہے اور وہ اس طرح سوال کی صورت لے سکتا ہے کہ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ اللہ کو روپ، نام، کریا (کام) نہیں ہے یعنی اللہ کا نہ کوئی شکل وصورت ہے، نہ نام ہے، اور نہ کام ہے! تو پھر انسانوں کو قبروں سے اٹھانا تو ایک کام ہی ہوا نا! تو پھر کیا اللہ یہ کام کرے گا؟ اس طرح سوال کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ! کائنات بنانے سے پہلے اللہ نے کام کر کے انسان کو پیدا کیا ہوگا مگر کائنات کو بنانے کے بعد اس کو نہ کوئی کام ہے نہ شکل وصورت اور نہ نام ہے۔ لیکن اس نے جو نظام بنا کر رکھا اس کے مطابق اس نے جن کو مقرر (Appoint) کیا وہ اس (اللہ) کا کام کرتے ہوئے، یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ تمام کام اللہ نے ہی کیا۔ اللہ نے جو بھوت، مہا بھوت (پانچ

اناصر)،گرح(Planets یا نظم)،اُپ گرح(Sub Planets)مقرر کر کے رکھا وہ سب اس (اللہ) کے کام کو انجام دے رہے ہیں یعنی پورا کر رہے ہیں۔کوئی بھی کام اللہ نے خود سے نہیں کیا۔

پنرجنم میں جو جسم نئے سے پیدا ہوا وہ بچہ کے جسم تک نفس کو لانا، پھر اس (نفس کو) اس نئے جسم میں داخل کرنا پھر اس جسم میں سے نفس کو اُٹھانا یہ سب کچھ اللہ کا کام کہلانے پر بھی، وہ کام ہونے کی بنیادی وجہ اللہ ہی ہونے پر بھی ، یہ تمام کام اللہ نہیں کر رہا ہے۔ یہ تمام کام کرنے کے لئے اور نفس کو پوری زندگی بھر چلانے کے لئے اور اعمال کو بھگوانے کے لئے جسم میں اپنا کام کرنے کے لئے اللہ نے روح (اس کا اپنا ایک حصہ) کو مقرر کر دیا۔جس روح کو اللہ نے مقرر کیا وہ روح کائنات کے ابتدا سے نفس کے ساتھ جسم کے اندر رہتے ہوئے اپنے کردار کو پورا کر رہی ہے۔ جو کوئی بھی اس روح کو معلوم کرے گا، بعد میں وہ اللہ کو آسانی سے معلوم کر پائے گا۔اللہ نے اپنی حکومت کے لئے ابتداء کائنات میں ہی بہت سے اپنے سیوک(Servents) کو مقرر کر دیا مگر ہم لوگ یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں؟۔اللہ کے مقرر کام کرنے کے لئے ،قدرتی تعلقی اناصروں(Five Elements) کو،سیاروں(Planets) کو اللہ نے انسان کے ساتھ ہی بنایا تھا اس کے علاوہ سب سے اعلی ترین اور بڑی طاقت والی روح کو بھی انسان کے ساتھ کائنات کے ابتدا میں ہی اللہ نے تیار کیا۔اللہ نے روح کو جسم کا مالک مقرر کر کے نفس کو عمل بھگتنے جیسا کیا۔ **کائنات میں روح کا کردار بہت عظیم ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے بعد روح ہی بڑی (عظیم)** ہے۔اللہ اپنی صحبت کے طور پر قدرت کو پیدا کیا پھر کائنات کے پانچ حصے کئے ۔ایسا ہی اللہ اپنے آپ کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ پھر اس نے ایسا کیا کہ قدرت، قدرت کی طرح ہی رہتے ہوئے اس میں (قدرت) سے پانچ حصے باہر آ جائے ۔ایسا ہی اللہ ،اللہ کی طرح ہی رہتے ہوئے اس میں (اللہ میں) سے دو حصے باہر آ جائے ۔قدرت سے باہر آئے ہوئے پانچ حصے جسم ہوا تو ،اللہ سے باہر آئے ہوئے روح اور نفس یہ دو جسم میں داخل ہو گئے ۔اس کے مطابق یہ معلوم ہو رہا ہے

کہ ایک جان دار جسم میں قدرت کے پانچ حصے اور اللہ کے دو حصے موجود ہیں۔

یہ شاستر بدھ کی بات ہے یعنی علمی طور پر کہا گیا۔ اسی لئے یہ تمام باتیں حق ہے۔ ہم یہ بات کہنے کے باوجود جن کو ہماری اہمیت نہیں معلوم وہ شاید اس بات پر یقین نہیں کریں گے۔ اور اس طرح پوچھ سکتے ہیں کہ جب علمی طور پر کہا گیا تو ظاہری سبوت بھی ہونا چاہئے نا!۔ اللہ پہلے سے ہی جانتا ہے کہ بعض لوگوں کے دل میں اس طرح کا سوال ضرور پیدا ہوگا۔ اس لئے اس نے اس علم کی سبوت کے طور پر ہمارے جسم پر ایک قسم کا نشان رکھا تھا۔ جسم پر ابتداء کائنات میں ہی اللہ نے جو نشان رکھا دنیوی طریقے میں اس نشان کا کوئی مطلب نہ ہونے پر بھی، اللہ کے طریقے میں اس کا خاص مطلب ہے۔ وہ نشان کی تفصیل جاننے سے پہلے تھوڑا information معلوم کریں گے۔ کائنات کے شروع میں ہی قدرت سے تعلق رکھنے والی جسم کے اندر اللہ سے تعلق رکھنے والے نفس اور روح کو اللہ نے fix کیا۔ کائنات پیدا کرنے سے پہلے صرف اللہ ہی رہتا تھا یعنی اللہ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ آج دکھنے والی یہ کائنات ہو، نظر نہ آنے والے نفس ہو، روح ہو کچھ بھی نہیں تھے۔ اور کائنات میں جو آسمان ،ہوا، آگ، پانی اور زمین دکھ رہے ہیں وہ بھی نہیں تھے۔ آسمان یعنی شونیا ہے ایسی حال کا اندازہ لگانا بھی ناممکن ہے کہ وہ حالت کیسی ہوگی جس میں آسمان (شونیا) تک نہیں ہے۔ وہ حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ویسی حالت میں سے بے جان قدرت (achara prakruti) بنی۔ بعد میں قابل حرکت والی قدرت یعنی جاندار قدرت (chara prakruti) بنی۔ پھر فوراً نفس اور روح بنے۔ ابتداء کائنات میں دو قدرتیں اور دو روحیں تیار ہونے کے لئے صرف ایک پل ہی لگا۔ ایک ہی پل میں اللہ کے ارادہ سے کائنات اور قدرت کے تعلقی جسمیں تیار ہوئے اور تب ہی اللہ کے تعلقی نفس اور روح بھی تیار ہوئے۔

پہلے قدرت کے تعلقی چیزیں تیار ہوئے پھر اسی پل میں اللہ کے تعلقی چیزیں بنے۔ یہ بات معلوم ہونے کے لئے کہ یہ کام کائنات کے ابتدا میں ہی ہوا ہے تب (اس وقت) ہی اللہ نے پہلے پیدا

ہوئی جسم پر ایک ایسی نشان چھاپ دیا جو قدرت اور اللہ سے متعلق خاص مطلب (معنی) ظاہر کرتی ہے۔ دنیوی طور پر کوئی مطلب نہیں رکھنے والے وہ نشانیاں اللہ کے علم میں عظیم معنی رکھتے ہیں پھر بھی ان کے بارے میں کوئی خیال نہیں کر رہا ہے۔ اور نہ وہ کسی کو معلوم ہوئے۔ جو نشانیاں دنیا میں اب تک کسی کو معلوم نہیں ہوئے وہ ہر جسم پر دائیں اور بائیں طرف ایک ایک حصہ میں ایک ایک سب کو دکھتے ہوئے ہیں۔ وہ نشانیاں جسم پر اس طرح ہیں کہ چاہے وہ امریکا (america) میں گورا پیدا ہوا ہو یا آفرکا (africa) میں کالا پیدا ہوا ہو چاہے کہی پر بھی پیدا ہوا ہو سب کے جسموں پر چھاپ دئے (یعنی print کئے) جیسا ہیں۔ اگر خوب جلا ہوا لوہے کے ٹکڈے (hot iron rod) سے چمڈے (skin) پر جلائے تو جس طرح چمڑا جل کر عام چمڈے سے الگ بن جاتا ہے ویسا ہی چمڈے پر جلنے کی نشان کے مانند ہونے سے وہ مہر کو اللہ نے چھاپا ہوا مہر یا نشان کہہ رہے ہیں۔ اب تک یہ مہر کی بات کسی نے بھی نہیں کہا۔ اس لئے ہم آپ کو بتا کر، جب نبیوں نے جو چھوڑ دئے تھے ان میں سے ایک کو اس کتاب میں پورا کر رہے ہیں۔ یہ بات پہچان لیں کہ اللہ کی تمام علم و عرفان میں یہ ایک نئی علم ہے۔ قدرت، قدرت کی طرح ہی رہتے ہوئے دو حصوں میں بٹ گئی تھی، اس کا زکر پہلے کئے تھے!۔ قدرت دو حصوں میں ہونے سے، قدرت سے بنی ہوئی جسم براہ راست دایاں (right) اور بایاں (left) اس طرح دو حصے بنی۔ اس طرح دایاں اور بایاں حصوں میں جسم بن کر یہ بتا دیا کہ قدرت دو حصوں میں ہیں۔ قدرت دو حصوں میں ہونے سے قدرت سے بنے ہوئے صفات بھی اچھے اور برے صفات اس طرح دو حصے بنے۔ صفات دو حصے ہے تو ان سے آنے والے اعمال (یعنی نیکی اور بدی کہنے والے) دو قسم کے اعمال بنے۔ اعمال دو قسم ہے تو ان کے مطابق انسان (نفس) کے احساسات بھی سکھ اور دکھ اس طرح دو حصوں میں بٹ گئے۔ اس طرح جسم کثیف کے دائیں اور بائیں دو حصے نظر آ رہے ہیں۔ اس طرح دائیں بائیں دکھنے والی جسم پر چوڑے سے (widely) کھالی سے جو سینہ کا جگہ ہے اس پر اللہ نے جلا کر

رکھا ہوا مہر کے جیسا دو مہر یا نشان رکھا ہیں۔ انہی کو سینہ پر مہر کہہ رہے ہیں۔

یہ سینہ پر مہر اللہ نے لگایا ہے۔ اس لئے وہ سب کے جسموں پر موجود ہیں۔ آج میں فلان مذہب والا ہوں یا میں فلان ملک والا ہوں یا میں فلان فرقہ والا ہوں کہنے والے سب کو ایک ہی قسم کا مہر سب کے جسم پر موجود ہیں۔ سینے پر مہر کی تصویر کو بعد کی پیج میں دیکھ سکتے ہیں۔ جس طرح جلا ہوا چمڑے پر بال نہیں اگتے اسی طرح سینہ پر جو مہر ہے وہ چمڑا جلے جیسا رہ کر، اس چمڑے پر بھی بال نہیں اُگتے ہے۔ اس طرح کا گول چمڑا خاص دکھتے ہوئے عام چمڑے سے الگ دکھتا رہتا ہے۔ اس طرح الگ دکھنے والے گول چمڑے پر درمیانی حصے میں تور کی دال (tuar dal) کی بیج کے size میں اونچے سے ایک نشان دکھتا رہتا ہے۔ وہ سامنے سے دیکھنے والوں کو اس طرح دکھتا ہے کہ جیسے وہ پانی مٹھ (pani math) میں شولنگ (shiv ling) کو اوپر سے دیکھ رہے ہو۔ وہ شکل جو جلے جیسا گول سے آدھے انگول سے زیادہ ہے، وہ قدرت کی نشان ہے تو اس شکل کے درمیانی میں جو اونچا سا، تور دانہ کی size میں جو شکل ہے وہ اللہ کی نشان کے طور پر ہے۔ اللہ اور قدرت کی یادر ہے جیسا، اللہ اور قدرت سے ہی تم پیدا ہوئے ہو اور تمہارا یہ جسم بھی یہ بات معلوم ہوئے جیسا، یہ مہر میں جو دو نشانیاں (شکلیں) ہیں وہ تمہارے ماں باپ کے نشانیاں جیسے حساب میں لیا جارہا ہے۔ وہ دو نشانیاں یہ مطلب یاد دلا رہے ہیں کہ ہر انسان قدرت سے اور اللہ سے ہی پیدا ہوئے جو ہم سب کے ماں باپ ہیں۔ آدھا انگول چوڑے والا گول حصہ (جو قدرت کی نشان ہے) کے درمیان میں اونچا سا ایک شکل ہونے سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ اللہ کائنات کا دوہرا (Axle) کے مانند ہے اور اس کا حاکم ہے۔ اس طرح سینہ پر اللہ نے جو مہر رکھا وہ بہت ہی عظیم روحانی معنی دینے والی ہونے پر بھی، اس کے بارے میں کوئی بھی عاقلِ روحانیت خیال نہ کیا۔ اب یہ بات ہم لوگ زکر کرلینے سے، اللہ کے تمام علم وعرفان میں سے ایک علم کو ہم لوگوں نے معلوم کیئے جیسا ہوا۔ یہ مہر کے بارے میں ہر ایک مسلم اور ہر ایک عیسائی اور ہر ایک ہندو

(اِندو) کوغور کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔

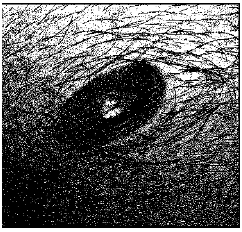

سینے پر مہر

اللہ دنیا اوراس میں تمام مخلوقات کو پیدا کر کے مخلوقات زندگی بسر کرنے کے لئے ایک طور طریقہ بھی بنایا۔ وہ اللہ جس نے کائنات کے شروعات میں ہی نفسوں کو اوران کے عمل (کرما) کو تیار کیا ، اس نے وہ عمل سے چھوٹ کارا پانے کا راستہ اور اس (اللہ) تک پہنچنے کا راہ (راستہ) بھی بتایا ہے۔اس تک (یعنی اللہ تک) پہنچنے کے راہ کو ہی **راہ علم (گیان مارگ)** کہہ رہے ہیں۔اللہ کے دین (دھرموں) کو جاننا ہی **علم وعرفان** ہے۔اللہ نے انسان کو بنا کر (سوچا کے اب یہ انسان) دنیا میں کیا کریگا؟اس واستے اس کے لائق کے عمل (کرما) کو جب اس نے تیار کیا تب اس سے تعلق رکھنے والے تمام چیزیں وجود میں آ گئے۔جب عمل دو قسم کے بنے تب اس کے ساتھ صفات بھی دو قسم بنے۔جب صفاب دو حصے بنے تب ان سے تعلقی عمل (actions) بھی دو قسم بنے۔ایسا ہی احساسات بھی دو قسم بنے۔ان میں کے جو صفات انسان کے جسم میں موجود ہے وہ قدرت سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے قدرت سے جسم پیدا ہوا ہے ویسے صفات بھی قدرت سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔قدرت سے پیدا ہوئی جسم میں صفات ہی خاص کردار نبھا رہے ہیں۔صفات ہی تمام فعل کی وجہ (اصول) ہیں پھر بھی یہ تمام صفات مل کر مایا (شیطان) کہنے والی ایک خاص طاقت کی طرح جسم میں تیار کی گئی ہے۔جو مایا کی طاقت یا شیطان کی طاقت کو اللہ نے بنایا، اس کو اسنے ایک خاص ذمہ داری سونپا (حوالے

کیا)۔وہ ذمہ داری یہ کہ! اس سے پہلے ہی معلوم کیئے تھے کہ اللہ نے اپنے دین (دھرموں) کوعلم کی صورت میں کہا تا کہ انسان عمل سے چھوٹ کارا پا سکے!۔شیطان یا مایا کو اللہ نے جو ذمہ داری دی وہ یہ کہ انسان کو اللہ کے دھرموں کے طرف جانے سے روکنا ہی (اس کا کام ہے) ۔اللہ نے شیطان (مایا) کوحکم دیا کہ جس کو وہ (اللہ) پسند کرتا ہے صرف اس کو نہ روتے ہوئے چھوڑ دیں اور جس کو وہ پسند نہیں کرتا ہے اس کو اس کے طرف آنے سے روک دیں۔ یہ بات کوئی نہیں جانتا ہے۔ جو کام (ذمہداری) اللہ نے شیطان کے حوالے کیا وہ بہت بڑا راز ہے۔اسی لئے وہ راز کسی کو معلوم ہوئے بغیر راز ہی رہ گئی۔تمام مذاہبوں میں شیطان مختلف (الگ الگ) ناموں سے بلائی جا رہی ہے۔ ہندو مذہب میں شیطان (اندو) **مایا** کہلا رہی ہے تو اسلام میں اس کو شیطان کہا جا رہا ہے تو عیسائیت میں ساطان نام سے بلایا جا رہا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ مایا (شیطان یا ساطان) جو ہے وہ اللہ کے علم کے خلاف ہے اور راہِ اللہ میں مشکلات سامنے کھڑا کر دیتی ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ شیطان اللہ کے خلاف ہے اور وہ اتنی طاقتوار ہے کہ اس کے آگے چاہے کتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو وہ راہ علم چھوڑ کر، راہ لاعلم میں جانا ہی پڑے گا اور اس پر جیت حاصل کرنا ناممکن ہے کہتے ہیں۔بھگوت گیتا میں بھی **''مَمَ مایا دُرَتْ یِیا''** یعنی میری مایا کو جیتنا ناممکن ہے کہا گیا ہے۔بعض مایا پر جیت حاصل کرنا ناممکن ہے کہتے ہیں مگر کوئی یہ نہیں سوچا کہ آخر مایا (شیطان) کو اتنی طاقت آئی کہاں سے؟ ۔بھگوت گیتا میں اللہ نے خود مَمَ **مایا** کہا۔**مَمَ مایا** کا معنی **میری مایا یا میری شیطان** کے ہے۔اب کوئی اس طرح پوچھ سکتا ہے کہ تو پھر اس (اللہ) کی شیطان اسی کی راہ میں ہی روکاوٹ کر رہی ہے نا!۔اور جو لوگ علم الٰہی کے طرف جانا چاہتے ہیں انہیں کئی مصیبتیں دیکر آخر میں راہ اللہ سے چھوڑ وا کر، لاعلم کے طرف بھیج رہی ہے۔ وہ تو اللہ سے مخالفت کیئے جیسا ہی ہوا نا!۔تو پھر اللہ نے ایسا کیوں کہا کہ وہ میری مایا (شیطان) ہے؟ ۔اس کا جواب یہ ہے کہ! خود اللہ نے شیطان کو تیار کر

کے، شیطان کو ایک کام حوالہ کیا۔ شیطان جب سے لیکر اب تک اللہ نے جو کام اس کو کرنے کے لئے کہا تھا اس کام کو توجہ اور عقیدت کے ساتھ کر رہی ہے۔ **وہ لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے جو بعض اوقات اللہ پر توجہ و بھکتی کا ناٹک کر کے بعد میں دنیوی معاملوں میں ہی زیادہ توجہ رکھتے ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، ان کو شیطان (مایا) پہچان کر، وہی کام سے (یعنی اسے جو کام دیا گیا) انہیں اللہ سے دور کر رہی ہیں۔** ان لوگوں کو شیطان (مایا) تکلیف نہیں پہنچاتی ہیں جو عقیدت کے ساتھ اللہ کی رضا کے مطابق چلتے ہیں اور غیر اللہ (دیوتاؤ) کا دھیان نہ کرتے ہوئے صرف اللہ ہی سب سے اعلیٰ ہے سمجھ کر پیش آتے ہیں انہیں کچھ تکلیف نہیں دیتی ہے۔ مگر تھوڑی دیر اللہ اعلیٰ ہے، اللہ کا علم بہت اعلیٰ ہے، اس طرح ظاہر میں اللہ کی تعریف کر کے بعد میں کسی کو معلوم ہوئے بغیر دوسرے دیوتاؤ (جنات) کو بھی عبادت کرنے والوں کو شیطان کوئی نہ کوئی ذریعے سے اللہ سے دور کرتی ہے۔

انسان اوپر سے کیسے بھی نظر آئے، چاہے سچّا علم والے کے مانند ناٹک کیوں نہ کرے، مایا یہ پہچان لیتی ہے کہ اس انسان کے قلب میں کیا ارادہ ہے۔ پھر وہ جس طرح اس شخص کو چن کر پھینک دیتی ہے جو اللہ پر عقیدت نہیں رکھتا، اسی طرح اسے اللہ کے علم سے دور کرتی ہے۔ یہی بات ویمنا یوگی صحاب بھی اپنے نظم میں ایسا کہا۔

شوہر (پتی) راضی ہوا تو بیوی (ستی) بھی راضی ہو جائے گی

بیوی شوہر ایک ہو گئے تو وہ بہت ہی پاک ہے

بیوی شوہر کا انصافی ہی نجات ہے

پھر تو اللہ میں شامل ہو جاتا ہے رے....ویما

مطلب: پتی معنی شوہر اور ستی معنی بیوی یہ تو سب کو معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اگر شادی ہوئی تو ہی بیوی اور شوہر بنتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بیوی اور شوہر کو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ پورا طریقہ

تو سب علم و لاعلم والوں کو معلوم ہونے پر بھی بہت سے لوگوں کو یہ نہیں معلوم کے وہ طریقہ اللہ سے تعلق رکھتا ہے، اس کا نمونہ دنیا میں بنا کر رکھا۔ خود اللہ نے ایسا بنا کر رکھا تا کہ انسان دنیا کے ظاہری بیوی شوہر کے طریقے کے بنیاد پر پوشیدگی میں جو اللہ کا طریقہ ہے اسے سمجھ سکے۔ اب ہم الٰہی بیوی شوہر کا طریقہ کیا ہے، اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے دیکھیں گے۔

بھگوت گیتا کے گن تریا و بھاگ یوگ میں شروع میں ہی اللہ کو شوہر اور قدرت کو بیوی کہا تھا۔ بھگوت گیتا جسے کرشن فرمائے اس کے مطابق تمام جگت کے لئے قدرت اور اللہ بیوی شوہر کی طرح رہتے ہوئے، وہ دونوں ہی ہر ایک جاندار کے ماں باپ ہوئے۔ دنیا میں صرف ذاتِ انسان کو ہی نہیں بلکہ تمام کیڑے، مکوڑے، حیوانات، پرندوں، درخت و بیلوں کے بھی ماں قدرت ہی ہے اور اللہ باپ ہے کہا گیا ہے۔ تمام جگت کے ماں باپ کی طرح رہتے ہوئے، بیوی شوہروں کی طرح رضامند ہوتے پر بھی اللہ اور قدرت دنیا میں الگ قسم سے پیش آرہے ہیں۔ قدرت (بیوی) اللہ (شوہر) کی اطاعت کرتے ہوئے بھی، اللہ کی حکم کے مطابق شیطان (یعنی قدرت) دنیا میں راہ اللہ کے مخالف ہے۔ جو اللہ کے راہ میں جانا چاہتا ہے اس کے اس کوشش کو شکست کر کے چھوڑ دئے جیسا کر رہی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کو معلوم ہوتے ہوئے ہی ہو رہا ہے (یعنی اللہ یہ سب جانتا ہے)۔ اللہ کو جاننے کی کوشش میں شیطان کی اثر سے برداشت نہ کر پا کر سب لوگ پیچھے مڑ رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی کئی **لاکھوں لوگوں میں کوئی ایک بندہ** شیطان سے مخالفت کر کے تمام تکلیفیں برداشت کر کے اللہ تک پہنچ نے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ویسے بندہ کو اللہ اپنا راستہ آسان کر کے شیطان کے روکاوٹ سے دور کر کے اپنے میں شامل کر لیتا ہے۔ اللہ اس بندہ سے راضی ہوتا ہے جو طاقت وار شیطان نے سامنے لا کر رکھے ہوئے تمام حالاتیں برداشت کرتے ہوئے، اپنے مقصد پر قائم رہ کر اللہ کے لئے جو کوشش کرے گا اسے اللہ قبول کرتا ہے۔ جب اللہ قبول کرتا ہے تب شیطان اسے اور نہیں ستاتی ہے یعنی

تکلیف نہیں پہنچاتی ہے۔ایسے شخص کی **یوگ کی حفاضت** خود اللہ کرے گا۔تب وہ اللہ میں مل جائے گا۔

شیطان جو تکلیفیں دنیا میں دے رہی ہیں ان تمام تکلیفوں کو پار کر کے، راہِ اللہ کو نہ چھوڑ نے والے شخص کو، اللہ اپنے بندہ کی صورت میں قبول کرے گا۔تب فوراً شیطان جو قدرت ہے وہ بھی اس بندہ کو قبول کئے ہوئے اس کو تکلیف نہیں دیتی۔لہذا،اوپر کے نظم میں اگر شوہر قبول (راضی) کیا تو بیوی بھی قبول کرے گی کہا گیا۔جب اس طرح اللہ اور قدرت دونوں اس بندہ کے نسبت ایک ہو کر چلیں گے تب وہ نجات پائے گا۔اسی کو نظم میں ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اگر بیوی شوہر ایک ہو گئے تو اس میں ہی پاک ہے۔بیوی اور شوہر دونوں ایک راہ میں چلنا انصاف ہوتا ہے۔بیوی شوہر کے خلاف چلنا نا انصافی ہوتا ہے۔اگر قدرت اور اللہ بندہ (بھگت) کے نسبت راہ انصاف سے پیش آئے تو نجات حاصل ہوگا۔لہذا،اوپر والے نظم میں بیوی شوہر کا انصاف ہی نجات ہے کہا گیا۔جب بیوی شوہر انصاف سے پیش آئیں گے تب عقیدت مند بندہ فوراً جنم راحتیا (بلا جنم کے نجات) پائے گا۔اس لئے بلا جنم کے اللہ (پرماتما) میں شامل ہو جائے گا کہا گیا۔

یہ نظم کے ذریعے حضرت ویمنا ہمیں یہ بتائے تھے کہ قدرت اور اللہ جو بیوی شوہر ہے وہ دنیا میں اپنے بندہ کے ساتھ پہلے سختی (نا انصافی) سے پیش آئیں گے۔جب شوہر مان جاتا ہے تب بیوی بھی مان کر دونوں انصاف کے ساتھ پیش آئیں گے۔جب وہ دونوں ایک ہو کر انصافی سے پیش آتے ہیں تب ہی بندہ نجات پاتا ہیں۔شیطان کے دقتوں (پریشانیوں) کو برداشت نہ کر پا کر جو شخص اس طرح سمجھتا ہے کہ میں اتنی عبادت کرنے کے باوجود بھی صرف مجھے ہی پریشانیاں آرہے ہیں اور اللہ کے پاس کوئی انصاف ہی نہیں ہے سمجھتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں برباد ہو جاتا ہے۔اللہ کو کچھ نہ کہتے ہوئے جو صبر کرتا ہے وہ اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے اور جب قدرت اور اللہ اس کے جانب انصاف سے پیش آتے ہیں تب وہ (بندہ) نجات پاتا ہے۔

پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ بیوی شوہر کا طریقہ دنیا میں بھی عکس کر کے ہے۔ بیوی شوہر کے خلاف چلنا اور شوہر اپنی بات سنے جیسا منوانے کی ناانصافی طریقہ زمین پر ہے۔ایسا ہی شوہر کی مرضی کے مطابق چلنا اور شوہر کی بات ہی اپنی بات ہے اور جیسے شوہر کہتا ہے ویسے بیوی چلنے کی انصافی طریقہ بھی زمین پر ہے۔ اگر آپ کے تجربے (آزمائش) میں انصافی وناانصافی اور بیوی وشوہروں کے بارے میں جان لئے تو کوئی بھی **مکمل علم والے** بن سکتے ہیں۔اللہ کے راہ میں چلنے والوں کو جب پریشانیاں آتے ہیں تو تب وہ اس طرح صبر کھو کر بات نہیں کرتے کہ کیا اللہ کے پاس انصاف ہے؟۔ بلکہ چاہے کتنے بھی تکلیفیں کیوں نہ آئیں یہ شعور (علم) رکھتے ہیں کہ یہ پورے تکلیف میری ماں قدرت کا کام ہے یعنی تمام دنیوی تکلیفیں ماں قدرت کے طرف سے آرہے ہیں۔

اوپر جیسے حضرت ویمنا نے فرمایا ویسے بھگوت گیتا میں وگیان یوگ باب میں شلوگ نمبر۱۴ میں ایسا ہے کہ

شلوك: دَیُوی ہَیشا گنمئی مَمَ مایا دُرتیا یا ।

ما میوے پرپددے نتے مایا میتام ترنتِ تے ॥

مطلب: میں نے جو صفات (گن) پیدا کئے ان صفاتوں سے جوڑی ہوئی میری مایا(شیطان یا ساطان) ناممکن ہے۔جو شخص صرف میری ہی عبادت کرے گا وہ ہی میری شیطان (مایا) کو آسانی سے پار کر سکتا ہے۔

دیکھا! بھگوت گیتا میں اللہ کی بات! اللہ نے خو اپنی شیطان (مایا) کو ناممکن کہا اور یہ بھی کہا کہ اسے پار کر کے کوئی نہیں جا سکتا۔تو اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ شیطان کتنی طاقتوار ہے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو میں بڑا علم والا ہوں یا یوگی ہوں یا سوامی ہوں یا ایمان والا ہوں ایسا سمجھنے پر بھی، شیطان (مایا) اسے آزمائے بغیر نہیں چھوڑتی ہے۔شیطان کی آزمائش میں اگر وہ شخص اللہ کا رضا

مند ہے تو اسے اللہ کے راہ میں روکاوٹ نہیں پہچائے گی یعنی پریشان نہیں کرے گی۔ اور جو شخص ظاہر سے علم والے کے مانند دکھتے ہوئے، باطن میں اللہ پر پورا ایمان نہیں رکھتا، اسے شیطان نہ چھوڑتے ہوئے، سب کو معلوم ہوئے جیسا اس کے راہ میں اس کو برباد کردیگی۔ یہی بات حضرت پاک پوتولوری ویر برہمیندر صاحب نے ایسا فرمایا کہ ''**تین نالیں پار نہیں کرسکتے با**''۔ تین نالیوں سے مراد **تین صفات** ہے۔ امّارا(Tamasa)، لوّاما(Rajasa)، مطمئین (Satwik) صفاتوں کو تین نالیں کہا گیا ہے۔ **اور یہ تین صفات کو ہی ملاکر شیطان (مایا یا ساطان) کہہ رہے ہیں**۔ اس کے مطابق کہہ سکتے ہیں کہ شیطان کہیں اور جگہ پر نہیں بلکہ ہمارے جسم میں سر کے اندر ہی settle ہوکر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کو معلوم ہوئے بغیر کچھ نہیں ہوتا ہے اور جو بھی ہوتا ہے وہ صفاتوں کی وجہ سے ہی ہونے سے شیطان کو پار کرنا ناممکن ہے کہا گیا۔ تو پھر اتنی طاقتوار شیطان پر کون جیت (فتح) حاصل کرسکتا ہے؟ جو اللہ کی عبادت کرکے، اس کا پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے صرف وہ شخص ہی صفاتوں سے جوڑی ہوئی شیطان پر فتح پاکر آسانی سے اسے (شیطان کو) پار کرسکتا ہے۔ یہی بات ہی گیتا میں ''**ے مامےوَ پرپدین تے**(Ye maameva prapadyante)'' جو صرف میری ہی عبادت (آرادھنا) کرتا ہے'' **مایا میتام ترنتتے**(Maaya Metaam tarantite)'' وہ میری شیطان کو پار کرسکتا ہے، اس طرح خودا (بھگوان) نے کہا۔

اللہ کی عبادت (آرادھنا) کرنا مطلب اس کی تمام عظمت معلوم ہوکر رہنا ضروری ہے ۔ اس کی تمام اہمیت (عظمت) معلوم ہونا ہے بولے تو علم وعرفان کے طور پر (شاستر بدھ سے) اس کے تمام دھرم (دین) معلوم ہوکر رہنا ضروری ہے۔ اور اس کے تمام دین یا دھرم معلوم ہونا ہے بولے تو اس کا تمام پیغام (مکمل علم) معلوم ہوکر رہنا چاہیئے۔ اس کا تمام علم معلوم کرنا ہے تو وہ سارا علم معلوم ہونا چاہیئے جو اللہ کے ذریعے بنیادی کتابوں میں بتائی گئی۔ اس طرح جب معلوم ہوتا ہے تب ہی اللہ کے معاملہ میں اگر کوئی بھی سوال آئے تو انسان کے پاس اس کا جواب ہوسکتا ہے۔ جب للہ کے متعلق

چاہے کوئی بھی سوال کا (اپنے پاس) جواب ہوتا ہے تو تب وہ شخص اللہ کے جانب پورا علم وعرفان کے طور پر ایمان والا ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو یعنی اگر اللہ کے متعلق کوئی ایک سوال کا بھی صحیح اور علمی طور پر جواب نہیں ہے تو وہ سوال، سوال کی طرح ہی باقی رہ جاتا ہے۔ بلا جواب کا وہ سوال ہی اللہ کے راہ میں شک وشبہ پیدا کرنے کا موقع بن جاتا ہے۔ اگر اللہ کے راہ میں ایک بھی سوال بچ گیا تو اس (سوال) سے شیطان تحقیق کر کے، شک پیدا کروا کر، وہ شک وشبہ کو بڑی روکاوٹ کی طرح بدلا کر، اللہ کی راہ سے ہٹا دیتی ہے یعنی بھٹکا دیتی ہے۔ اگر انسان میں ہی صحیح راہ پر ہوں سمجھے یا میری مذہب ہی صحیح ہے سمجھے یا میرے مذہب کا اللہ ہی صحیح والا اللہ ہے سمجھے تو بھی کوئی بات (پرواہ) نہیں ہے مگر یہ ضرور جانچ لیں کہ (میری زندگی میں) کیا مجھے اللہ کے متعلق تمام علم معلوم ہوا ہے یا نہیں؟ یا کیا مجھے اللہ سے متعلق تمام علم حاصل ہوئی؟ اور یہ بھی verify کرلیں کہ اللہ کے متعلق ہر ایک سوال کا (یعنی اللہ کے بارے میں کوئی بھی سوال ہو اس کا) اپنے پاس علمی طور پر جواب ہے یا نہیں؟ تمام سوالات کے علمی جوابات تب ہی رہتے ہیں جب اللہ کے متعلق تمام علم معلوم ہو۔ اس طرح جو شخص تمام علم جانتا ہے اس کو شیطان کچھ نہیں کرسکتا کیوں کہ شیطان (مایا) کا شوہر اللہ اس (شخص) سے راضی ہوا کر رہتا ہے۔

اب کوئی مجھ سے اس طرح پوچھ سکتے ہیں کہ ''تو پھر آپ کے نظر میں مکمل علم کیا ہے''۔ اس کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ! جہاں تک ہم جانتے ہیں اب تک پاک بھگوت گیتا، قرآن پاک اور پاک بائبل یہ کتابوں میں جو کہا گیا اس کے علاوہ اور ایک مرتبہ جو کہا جاتا ہے وہ تمام علم مکمل علم کہہ سکتے ہیں۔ مگر صرف ایک بھگوت گیتا کا علم پڑھ کر کہیں گے کہ مجھے مکمل علم معلوم ہوا تو وہ کافی نہیں ہوگا۔ ایسا ہی صرف بائبل پڑھ کر کہیں گے کہ مجھے مکمل علم معلوم ہوا وہ بھی کافی نہیں ہوگا۔ **وہ بھگوت گیتا، بائبل اور قران جو بنیادی کتابیں ہیں یہ تین کتابوں کو پڑھنے کے بعد اور کچھ باقی رہا تو اس کے ساتھ ملا کر مکمل علم**

ہوتا ہے۔اگر تین کتابوں میں اور کچھ باقی نہ رہتے ہوئے سب کچھ کہا گیا ہوا ہو تو وہی مکمل علم ہوتا ہے۔تو ہر ایک مذہب والے اپنے اپنے کتاب کو اعلیٰ کہتے ہیں۔کہتے ہیں کہ ان میں مکمل علم موجود ہے۔کیا وہ بات سچ ہے؟ یا جھوٹ ہے؟اس طرح کہنے کا ایک موقع ہے۔بائبل میں یوحنّا خوشخبری میں باب ۱۶اور جملہ نمبر۱۲،۱۳،۱۴میں فرمایا گیا کہ''**مجھے تم سے اور بھی بہت کچھ کہنا ہے مگر ابھی تم اسے برداشت نہ کر پاؤ گے لیکن جب وہ''روحِ حق'' آئے گا تو وہ ساری سچائی کی طرف تمہاری راہنمائی کرے گا۔وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا اور مستقبل میں پیش آنے والی باتوں (علم) کی خبر دے گا۔وہ میری باتوں میں سے لیکر آپ کو بتائے گا**''۔یہ بات کے مطابق یہ کہہ سکتے ہیں کہ بنیادی کتابوں میں نبیوں نے جو علم کہا اس علم کے علاوہ بھی اور بھی علم باقی ہے۔اتنا ہی نہیں وہی بائبل اور وہی یوحنّا خوشخبری کی ۱۴باب میں ۲۶ جملہ میں''**لیکن وہ مددگار(آدرن کرتا) یعنی پاک روح جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا،تمہیں مکمل باتیں(مکمل علم) سکھائے گا اور ہر بات جو میں نے تم سے کہیں ہے،یاد دلائے گا**''۔اس کے مطابق یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص مددگار(آدرن کرتا) کی طرح آتا ہے وہ تمام علم جو نبیوں نے نہیں کہا اس(علم) کی تعلیم دینا ہی نہیں بلکہ جو باتیں نبیاں بتا کر گئے تھے وہ ان باتوں کی تفصیل اس طرح بیان کرے گا کہ وہ(باتیں) سب سمجھ میں آجائینگے۔

بعض لوگ اپنی رائے کو اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں کہ''حضرت محمدؐ جو کرشن اور عیسا نبیوں نے کہہ کر جانے کے بعد آئے تھے تو ہوسکتا ہے کہ انہوں نے قرآن میں تمام علم کو کہہ دیا ہو''۔یہ پوچھنے والی بات ہی ہے!

والے کو مددگار(آدرن کرتا) کہا گیا۔آدرن کرتا الگ ہے اور نبی الگ ہے۔تمام دنیا والوں کو واضع طور پر نبی معلوم پڑتا ہے مگر آدرن کرتا جب زندہ رہتا ہے تب وہ کسی کو معلوم نہیں پڑتا۔یہی بات کو بائبل میں یوحنّا خوشخبری کی ۱۴باب میں ۱۷جملے میں''**روح حق جسے یہ دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ تو**

اسے دکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ بسر کرتا ہے اور وہ تم میں رہتا ہے (اس کی سکونت تمہارے ساتھ ہے اور اس کا قیام تمہارے دلوں میں ہوگا)''۔اس کے مطابق یہ معلوم ہو گیا کہ آنے والا آدرن کرتا نبی نہیں ہے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ جو شخص آدرن کرتا جیسا آیا ہے وہ دنیا کے لوگوں سے پہچانا نہیں جائے گا۔ نبی پہچان پایا ہوا شخص ہے (یعنی نبی کو پہچان سکتے ہے کیوں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا نبی کہے گا) آدرن کرتا کی کچھ پہچان نہیں رہتی ہے۔تو اس دوران جب عیسا موجود تھے تب انہوں کے جن لوگوں سے یہ باتیں اس دن کہیں تھے صرف وہ لوگ آدرن کرتا کو پہچان لیں گے۔ان درمیان ہی وہ رہتا ہے۔خوداوند اپنے (۱۱) شاگردوں سے یہ باتیں کہیں تھی۔لہذا، یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص آدرن کرتا جیسے آئے گا وہ دس، گیارہ لوگوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔اسی لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبی آدرن کرتا نہیں ہے۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وہ شخص جو دنیا سے پہچانا نہ جائے گا اور نبی نہیں ہے ویسے شخص کے ذریعے جو علم نبیوں نے بغیر کہے چھوڑ دئے وہ علم بھی کہا جائے گا اور وہ علم جو نبیوں نے کہا تھا وہ بھی آدرن کرتا تفصیل کے ساتھ بیان کرے گا۔

شیطان پر فتح حاصل کر کے، اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے تین مذاہبوں کے وہ کتابیں پڑھنا چاہئے جو بنیادی کتابیں ہیں۔تین مذاہبوں کے کتابوں میں تھوڑا فرق سے ایک ہی علم اور ایک ہی اللہ کے بارے میں کہا گیا پھر بھی وہ کتابوں میں جو علم ہے وہی علم بہت سے لوگ نہ سمجھ پا کر اس حالت پر آ گئے کہ ہمارا علم الگ ہے اور ہمارا اللہ الگ ہے کہہ رہے ہیں۔ جب تینوں نبیوں کی علم ہی سمجھ میں نہیں آئی تو وہ شیطان (مایا) پر کیسے جیت حاصل کر سکتے ہیں؟۔وہ لوگ جو اپنی کتاب کے علاوہ باقی کتابوں کی طرف ہی نہیں دیکھتے (پڑھتے) تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اپنی علم ہی اعلی علم ہے۔ جو شخص اپنے نبی کے سوا باقی نبیوں کی کہیں ہوئی علم کو ہی نہیں پہچان پایا، کیا وہ شخص اس علم کو پہچان پائے گا جو آدرن کرتا (مددگار) آ کر کہے گا جو نبیوں نے (Prophet) تک نہیں ہے۔ جو شخص

صرف اپنی مذہب کی علم ہی اعلی سمجھ کر، باقی مذہب میں کیا علم کہا گیا یہ نہ دیکھنے والا، اپنے گول ایسی دیوار باندھتا ہے کہ مجھے جو علم معلوم ہے وہی اعلی ہے، اوراس دیوار کو پار کر کے نہیں آتا ہے۔ایسی حالت میں اور بھی جو علم جاننا ہے وہ کیسے معلوم ہوگا؟ جیسے عیسیٰ نے کہا کہ آدرن کرتا (مددگار یا پاک روح) آکر مکمل علم بتائے گا، جب عیسیٰ کی بات ہی اِدھر ہندؤں کو ہو یا مسلمانوں کو ہو نہیں معلوم ہے تو وہ اپنے گول اس طرح کا دائراہ بنالیں گے کہ اب ہم اور معلوم کرنے والی علم کچھ نہیں ہے۔ایسی صورت میں اپنے اپنے مذاہبوں میں جو سمجھ میں نہیں آئے یا جو غلت سمجھ لئے (یعنی اللہ نے ایک کہا تو انسان نے اس کا غلت معنی سمجھ لیا) ان چیزوں کو آدرن کرتا کہنے پر بھی وہ جان نہیں پائیں گے۔وہ شخص جسے اپنے (مذہبی) کتاب میں کہی گئی علم کی صحیح وضاحت کرنے پر بھی نہیں سنا تو، وہ اور بھی جو علم معلوم کرنا چاہیئے وہ علم جاننے کی کوشش تک نہیں کرے گا نا!۔ویسے شخص کو تو یہ تک نہیں معلوم کہ جنت اور آخرت میں کیا فرق ہے۔آج معشرے میں جو لوگ بڑے مرشدوں، استادوں کی طرح شہرت حاصل کیئے ہوئے ہیں وہ اپنے علم کے سوا باقی نبیوں کا علم قبول نہیں کر رہے ہیں۔جو لوگ دوسرے مذہب سے نفرت کرتے ہیں جب ان کو اس مذہب کا علم ہی نہیں معلوم ہے تو جو علم آدرن کرتا کہے گا وہ علم تو حساب ہی نہیں کریں گے۔آدرن کرتا تمام علم کی تعلیم دینے کے باوجود بھی ان کو کم از کم گیانی (علم والے) کی طرح بھی نہیں پہچانیں گے۔ایسی حال میں کوئی مذہب والا ہو تمام علم معلوم نہیں کرسکتا۔ویسا شخص مکمل عالم نہیں بن سکتا۔اور وہ شیطان کو پار کر کے اللہ کے پاس نہیں جاسکتا۔شیطان مذہب پر محبت پیدا کروا کر، مذاہبوں میں ہی پیدا ہوئے جیسا کرتی رہتی ہے۔علم کی راہ میں چلنے نہ دیگی۔

موجودہ زمانہ میں شیطان انسانوں پراور ایک ہتھیار(Weapon) استمال کر کے تمام علم کومعلوم کرنے کی سہولت سے دور کردی۔عیسائیت اوراسلام سے پہلے یعنی کئی ہذار، لاکھ سالوں سے پہلے سے جو ہندو مذہب موجود ہے وہ ہندوٴ مذہب میں شیطان نے اللہ کی علم کوڑھانکنے کے لئے اور انسان اپنی جال (اثر)میں سے باہر نکل نہ آنے کے لئے، انسانوں کو وید دکھا کر یہی صحیح علم ہے کہہ کر،انسان ویدوں کو ہی اعلی سمجھے جیسا کیا تھا۔وہ علمِ الٰہی جو کائنات کے ابتدا میں اللہ نے سورج کے ذریعے زمین پر پیش کیا تھا،اس علمِ الٰہی کو درمیان میں آئے ہوئے وید ڈھانک دئے تھے۔ شیطان نے ویدوں کو اس طرح دکھایا کہ انسان یہ سمجھ رہے ہیں کہ وید علمِ الٰہی سے بھی اعلی ہیں۔اس وجہ سے ویدوں کے جال میں پھنسے ہوئے سب ہندو اللہ کے علم بھول کر، وید ہی اعلی علم سمجھ رہے ہیں۔ویدوں کی وجہ سے انسان اللہ سے دور ہو گیا ہے۔ ابتداء کائنات میں اللہ نے اپنا علم کہا تو،شیطان اپنے ویدوں کو اصلی علم کے مانند پھیلا کر انسان کو اپنے جال میں پھنسا دیا۔جب (اس وقت)اللہ اپنے نبیوں کے ذریعے مختلف ملکوں میں اپنا علم کہلوایا ہے۔اس طرح نبیوں نے جو علم کہا وہ علم ہندوؤں کے پاس بھگوت گیتا کی صورت میں اور عیسائیوں کے پاس بائبل کی صورت میں اورمسلمانوں کے پاس قرآن کی صورت میں آج موجود ہے۔تو بھگوت گیتا سے پہلے ہی وید موجود رہنے سے، ہندو یہ نہ سمجھتے ہوئے کہ بھگوت گیتا کی علم ویدوں سے بھی خاص علم ہے اپنے ویدوں کو ہی اعلی علم کی طرح رکھ لئے۔بھگوت گیتا میں اللہ نے کہا کہ میں ویدوں کے ذریعے معلوم نہیں ہوتا ہوں ۔ایسا وشوروپ سمدرشن یوگ باب کی ۴۸ شلوک میں اور ۵۳ شلوک میں بھی کہا اس طرح کہنے کے باوجود بھی ان کی (اللہ کی)بات کو ہندو نہیں سن رہے ہیں۔بھگوت گیتا ''**ترے گنیا وشیا ویدا**(tri gunya vishaya veda)'' یہ سانکھیا یوگ میں ۴۵ شلوک میں کہا ہے۔اس کا مطلب ''**تین صفتوں کی باتیں ہی وید ہیں**'' ۔اسی بھگوت گیتا میں وگیان یوگ ۱۴ شلوک میں ''گن مئی

مم **مایا''** کہاہے۔ یہ بھی کہا کہ **صفات ہی مایا (شیطان ہے)** ہے۔اس کے مطابق یہ معلوم ہورہا ہے کہ ویدہی شیطان یامایاہے۔وہ مایاکے بارے میں بھگوت گیتامیں بتایا گیا جو وید کے صورت میں ہے اس کے باوجود ہندو بھگوت گیتا کو حساب نہ کرتے ہوئے ویدوں (جو مایا ہے) کی تعلیم ہی دیتے ہوئے ،یہی صحیح علم ہے سمجھ رہے ہیں۔اس طرح گیتا میں اللہ آگاہ کرنے کے باوجود باہر نہ نکلنے والے ہندو ہیں تو،مایایا شیطان جوویدوں کے صورت میں ہے وہ نئے سے دوسرے مذاہبوں میں بھی پھیل گئی۔عیسائیاں یہ کہہ رہے ہیں کہ خداوند عیسیٰ کے بارے میں وید بھی اعلی کہہ رہے ہیں۔خوداوند(عیسیٰ) کے خون سے پاپ معاف کئے جائیں گے،اس طرح کے بعض شلوک کہتے ہوئے وہ بھی اپنے سر کے انر ویدوں کوگھوسا لئے۔

اتنے سے رُکے بغیر،موجودہ زمانہ میں بعض اسلام کے استاد بھی ویدوں کو زہن میں یادرکھ کے ویدوں کے سنسکرت شلوک کہتے ہوئے بتارہے ہیں کہ اپنے اسلام کے متعلق بہت پیغام ویدوں میں موجود ہے کہہ رہے ہیں۔خاص کر، **رغوید** کا زکر زیادہ کرر ہے ہیں۔یہ سب دیکھیں تو معلوم ہورہا ہے کہ وید صرف ایک ہندوؤں کو ہی نہیں بلکہ باقی عیسائی اوراسلام مذہب والوں کوبھی اپنے طرف کھینچ لئے ہیں۔خود اللہ نے بھگوت گیتا میں تین صفات کے باتیں ہی وید ہے اورصفات ہی میری مایایا شیطان ہے کہنے سے معلوم ہوا کہ ویدہی مایاہے۔اب تین مذاہبوں کے لوگ دِکھنے والے ویدوں کی سحارالیتے ہوئے،نہ دِکھنے والی شیطان یامایامیں پھنس گئے ہیں۔مایامیں پھنسے ہوئے لوگوں کواللہ کے ناپسندیدہ لوگ جیسا پہچان کر،شیطان انہیں اللہ کے راہ سے دورکرسکتی ہے۔مایااپنی علم کواس طرح

اعلیٰ دکھاتی ہے کہ دیکھئے اس میں بھی اللہ کا علم موجود ہے جیسا بعض جگہ اللہ کے بارے میں ہی کہیں جیسا دکھا کر اللہ سے دور کرتی ہے۔ایسی صورت میں انسان اللہ کی تمام علم معلوم نہ کر سکے گا۔اسی لئے انسان شیطان سے باہر نکلنے کے لئے تین مذاہبوں کے کتابیں پڑھنا چاہئے۔تین نبیوں نے جو کہا اس کو صحیح سے سمجھ لینا چاہئے۔بعد میں انجان شخص (آدرن کرتا) جو تمام علم کہتا ہے وہ بغیر حسد کے جاننا چاہئے۔تب ہی انسان کو علم سمجھ میں آئے گا۔قبر (سمادی) میں داخل ہوئے بغیر اللہ میں داخل ہو جائے گا۔

خاتمہ

جھوٹ کو ہذار لوگ کہنے پر بھی وہ سچ نہیں ہوتا

اور سچ کو ہذار لوگ انکار کرنے پر بھی وہ جھوٹ نہیں ہوتا

قبر

KHUDA ISLAMIC SPIRITUAL SOCIETY

K.I.S.S

(Regd.No.459/2011)

www.khudaislamicspiritualsociety.org

E-mail- info@khudaislamicspiritualsociety.org